Postal Regd.No.IW/NP/63/2005to2008
R.N.I. No.UP. Urd/2001/6071
10 December. 2005
Vol.No.4.Issue No 23

Fortnightly

Tmeer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

(0522) 2740151
2741272
2741221
2741235

Mobile: 09415786584

Mohd. Akram
Jewellers

Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

محمد اکرم جیولرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

IZHARSON
PERFUMERS
Ph:0522-2255257

اظہار اینڈ سن پرفیومرس

لکھنؤ کے مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات۔عرقیات۔کولر پرفیوم۔کار پرفیوم۔روح گلاب۔روح کیوڑہ۔
عرق کیوڑہ۔عرق گلاب۔اگربتی۔ہربل پروڈکٹ کی ایک
قابل اعتماد دوکان

ایک بار تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ۳

Izharson perfumers
Akbari Gate Chowk Lucknw-226003
E-mail : izharsonperfumers@yahu.com

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewlellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم، محمد فاروق خاں (چاند)

Ph:2260433

ایک پیارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

HXC

اچھی بکری
فوراً بھگتان

MOHD. HANIF FRUIT CO,

24/A, New Fruit Market, Sitapur Road, Lucknow.

Mobile: 94154110085
9335925571 (Wasim)
Ph: 2757791 (Off.) 2266296 (Res.)

محمد حنیف فروٹ کمپنی

خدمت کا موقع دیں

۲۴/اے نیو فروٹ مارکیٹ سیتاپور روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۲۰

Editer: Shamsul Haq Nadwi Office. Ph: 2741235 Printed & Published by Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Offset Press Nazirabad, Lko. Ph:0522-2214765
DESIGNED BY HAMID L.ko. Mob: 9415769282

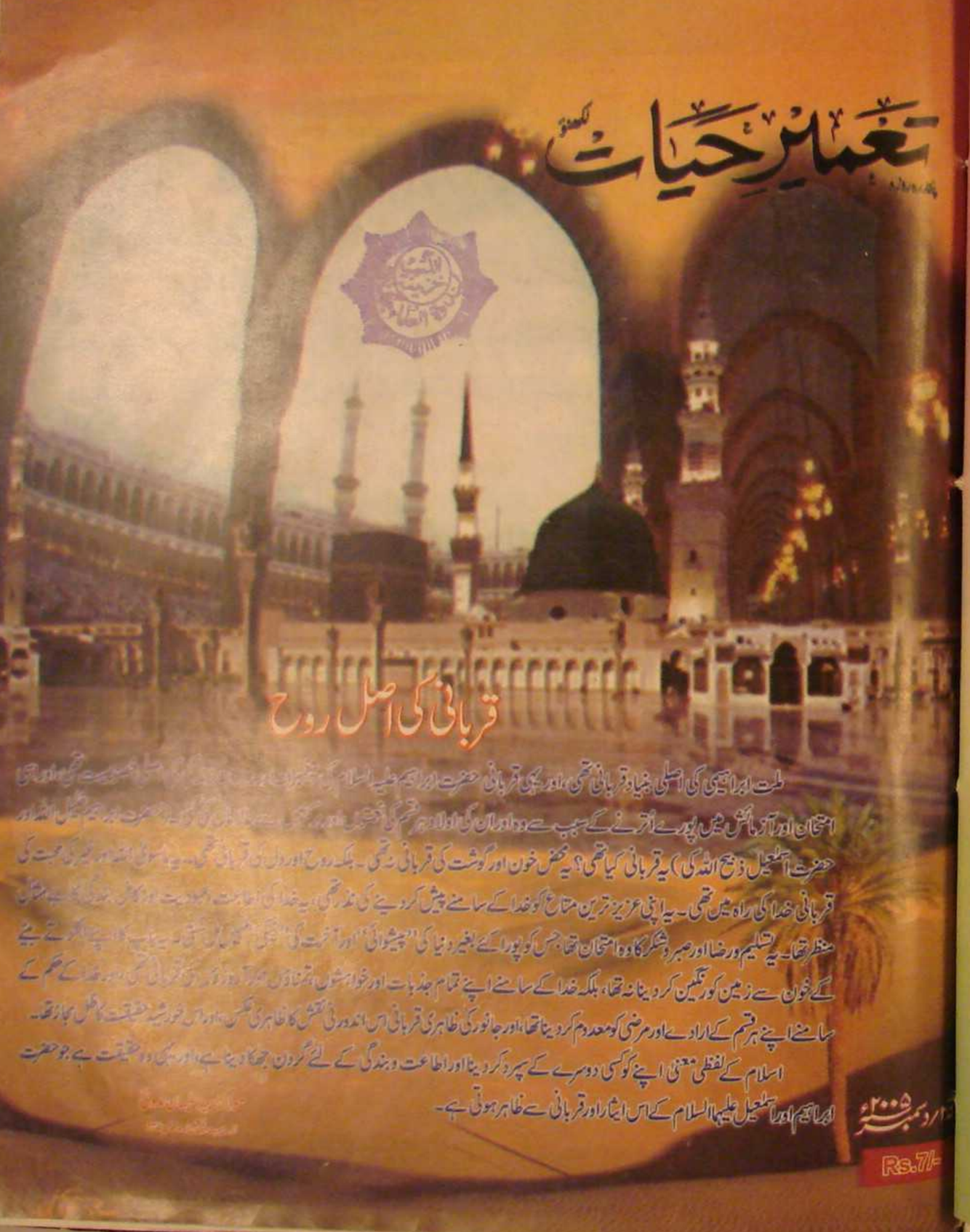

اسلام کا روحانی پایۂ تخت

حج ملت کا ایک ایسا سالانہ اجتماع ہے جس میں سب مسلمان ایک خاص عقیدہ، مقصد اور جذبہ کے ساتھ بہترین دینی وروحانی فضا اور ایمانی ماحول میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہوتے ہیں اور اس سے نئی قوت اور نئی روح حاصل کرتے ہیں، ان کے عقائد میں ان عجمی تہذیبوں اور اجنبی فلسفوں کے اثر سے یا اپنے پڑوسی ممالک اور قوموں کی تقلید کے نتیجہ میں جو کجی اور ان کے طرز زندگی اور عادات واطوار میں جو فساد یا کسی قسم کی کوئی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کی روشنی میں اس کی اصلاح کرتے ہیں اور ان کو اس کا موقع حاصل ہوتا ہے کہ وہ دین کو اس چشمۂ صافی سے اخذ کر سکیں جو ہر قسم کی آلودگی، کج روی، اور تحریف سے پاک اور محفوظ ہے، اس لئے عقل ومنطق کی رو سے بھی اور اسلام کی روح اور حج کی حکمت کے لحاظ سے بھی یہ ضروری ہے کہ یہ بلد امین جس سے یہ سارا حج متعلق ہے، حقیقی، سچی، نکھری اور دھلی ہوئی اسلامی زندگی کی امانت ہمیشہ محفوظ رکھے اور اس کے تمام پہلوؤں اور تمام خصوصیات اور مظاہر کی تصویر اس طرح پیش کر سکے کہ ہر زائر اور حاجی (خواہ اس کو بہت محدود وقت ملا ہو) اس فرق وامتیاز کو اچھی طرح محسوس کر لے بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اس کا ذائقہ چکھ لے، اور اس کو چھو کر اور برت کر دیکھ لے، اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شہر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج کا مرکز بنایا ہے اور ہر مسلمان کی جائے پناہ اور مقام امن قرار دیا ہے، وہ اس شہر میں بجا طور یہ پرتصور لے کر آتے ہیں کہ وہ اس شہر میں جا رہے ہیں جو تقدیس وپاکیزگی کا سرچشمۂ اور اسلام کا روحانی پایۂ تخت ہے اور اس سے دین نکل کر سارے عالم میں پھیلا ہے۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

ماخوذ از: ارکان اربعہ ص ۳۳۱

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۳واں سال

جلد نمبر ۴۳ | ۲۵/ دسمبر ۲۰۰۵ء مطابق ۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر ۴

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
شمس الحق ندوی

معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
نذر الحفیظ ندوی

معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی

☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زرتعاون

سالانہ ۱۵۰/- ——— فی شمارہ ۷/-

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۳۵/- ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No.93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007

فون (دفتر) (0522) 2741235(Ext) 18

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ، لکھنؤ سے شائع کیا۔

H.I Computer Institute, Lko 9335214913

9039
106237

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شعر و ادب

نعت رسول ﷺ — حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ — ۲

ترے آنے سے — حفیظ جالندھری — ۲

اداریہ

اے اللہ میں حاضر ہوں — شمس الحق ندوی — ۳

زبان و ادب

اردو زبان وادب کے ارتقاء میں علماء کی خدمات — مولانا محمد رابع حسنی ندوی — ۶

آداب حج

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا — مولانا سید محمد الحسنیؒ — ۸

درس براھیمی

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا — ڈاکٹر مولانا سعید الاعظمی ندوی — ۱۰

فکر و نظر

جدا ہو دیں سیاست سے..... — مولانا سید محمد واضح رشید ندوی — ۱۲

چراغ راہ

قرآن فہمی کا مختصر راستہ — سید عبداللہ حسنی ندوی — ۱۵

فقہ و فتاویٰ

قربانی کے مسائل — ادارہ — ۱۸

عالم اسلام

قاعدہ بغدادی کے مکتب میں..... — ابوالمعظم ندوی — ۲۰

مشاہدات و تأثرات

دمشق وحمص میں — پروفیسر محمد اجتباء ندوی — ۲۳

مصر کے انتخابات

اخوان المسلمین کی کامیابی..... — سلمان نسیم ندوی — ۲۶

روداد

رپورٹ رابطہ ادب اسلامی — صدر الحسن ندوی — ۲۹

سخن دلنواز

علم وعمل کی جامعیت — محمد جاوید اختر ندوی — ۳۱

آپ کے پتہ کے کنارے خریداری نمبر کے نیچے لال یا کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ منیجر تعمیر حیات

شعروادب

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی

بیکارم و باکارم چوں مد بہ حساب اندر
گویانم و خاموشم چوں خط بہ کتاب اندر
اے زاہد ظاہر بیں از قرب چہ می پرسی
او درمن و من در وے چوں بوبہ گلاب اندر
گہ شادم و گہ غمگیں ازحال خودم غافل
می گویم و می خندم چوں طفل بہ خواب اندر
دریا رود از چشمم لب تر نہ شود ہرگز
ایں رمز عجائب بیں لب تشنہ بہ آب اندر
در سینہ نصیر الدیں جز عشق نمی گنجد
ایں طرفہ تماشہ بیں دریا بہ حباب اندر

بیکار بھی ہوں اور باکار بھی جیسے حساب میں مد
بول بھی رہا ہوں اور خاموش بھی ہوں جیسے کتاب میں تحریر
اے ظاہر بیں زاہد تو قربت کے بارے میں کیا پوچھتا ہے
میں اُس کا ہوں اور وہ میرے اندر جیسے گلاب میں خوشبو
کبھی خوش ہوں کبھی غمگیں اپنے حال سے غافل ہوں
بولتا ہوں اور ہنستا ہوں جیسے خواب میں بچہ
دریا میرے آنکھ سے بہ رہا ہے لیکن ہونٹ تر نہیں ہو رہے ہیں
کیسی عجب بات ہے پانی کے اندر ہونٹ پیاسے ہیں
نصیرالدین کے سینہ میں سوائے عشق کے اور کچھ نہیں سماتا
یہ عجب تماشہ دیکھو دریا بلبلہ میں آگیا ہے

ترجمانی: پروفیسر وصی احمد صدیقی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں

حفیظ جالندھری

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سرّ و حدت اے سراج بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہوگیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ
تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرّ کسرائی و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے
تیرے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے دامن دولت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

اداریہ

اے اللہ میں حاضر ہوں

شمس الحق ندوی

تصور میں لائیے ایک سنسان وادی اور جھلسی ہوئی پہاڑیوں کو جہاں آدم نہ آدم زادہ اس ویرانہ کی چلچلاتی دھوپ اور کھانے پانی سے خالی تپتی ہوئی وادی میں ممتا کی ماری ایک ماں اور شیر خوار بچے کو! کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس ماں کے دل پر کیا گذری ہوگی دیوار کعبہ کے قریب شیر خوار بچہ پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا پر چڑھ کر دیکھتی کہ شاید کوئی قافلہ نظر آجائے اور پانی ملے، پھر دوڑی دوڑی مروہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گذرتا ہوا دکھائی دے دونوں طرف سے آس ٹوٹتی ہے بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی ہے کہ کس حال میں ہے اس معصوم کو دیکھ کر پھر بے قراری کے عالم میں صفا و مروہ کے چکر لگاتی ہے چھ چکر ہو چکے ہیں اور امید کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی، بچہ ہے کہ جاں بلب ہو رہا ہے ساتویں چکر کے بعد بچے کے پاس پہونچتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی ایڑیوں کی رگڑ سے رب کریم نے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا ہے جو زمزم کے نام سے مشہور اور اس وقت سے اب تک اس طرح جاری ہے کہ سارے عالم کے مسلمان بھر بھر کر لے جارہے ہیں اور ختم نہیں ہوتا، چشمہ جاری ہوا تو قافلے بھی آ آ کر آباد ہونے لگے اور یہ ویرانہ جہاں وحشت کو بھی قدم رکھتے وحشت ہوآبادی میں تبدیل ہوگیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اپنے رب کے حکم سے بیوی اور بچے کو اس ویرانہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے جب کافی عرصہ کے بعد واپس آتے ہیں تو اسی بچہ کو جو اب جوانی کی عمر کو پہونچ رہا تھا اللہ کے نام پر قربان کردینے کا حکم ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جس طرح اپنے رب کے حکم سے بیوی بچے کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اب اپنے اسی رب کے حکم سے اس کی گردن پر بے تکلف چھری چلادیتے ہیں لیکن رب کریم کو آب وخاک سے بنے ہوئے اپنے بندہ کی یہ ادائے عاشقانہ ایسی پسند آتی ہے کہ بیٹے کی جگہ جنت کا دُنبہ ہوتا ہے چھری چلتی ہے تو جگر گوشہ کی نہیں بلکہ دنبہ کی گردن کٹتی ہے اور رب کریم فرماتا ہے:

﴿ونادیناہ أن یا ابراھیم۔ قد صدقت الرؤیا انا کذالك نجزی المحسنین۔ إن ھذا لھو البلاء المبین۔ وفدیناہ بذبح عظیم۔ وترکنا علیه فی الآخرین۔﴾ (سورہ الصفت۔ ۱۰۴ تا ۱۰۸)

''ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا، ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا۔''

زمین وآسمان نے عشق ومحبت اور رب کے حکم پر اس سرشاری کا منظر کب دیکھا ہوگا۔

پھر انہیں باپ بیٹے نے کعبہ کی تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا کہ:

﴿و أذن فی الناس بالحج یأتوك رجالا و علی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق۔﴾ (سورہ حج: ۲۷)

''اور لوگوں میں حج کیلئے ندا کردو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہوکر) چلے آئیں۔''

وہ دن ہے اور آج کا دن کہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے بڑی تعداد میں مسلمان رخت سفر باندھ کر اس ادائے عاشقانہ کی یاد تازہ کرتے اور اپنے دلوں کی ویران بستی کو عشق ومحبت میں ڈوب کر آباد کرتے ہیں، آنسوؤں سے اس کو غسل دیتے ہیں اور اس طرح پاک صاف ہوکر لوٹتے ہیں جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔

کہتے ہیں کہ قیس عشق لیلیٰ میں ایسا کھویا ہوا اور گم رہتا تھا کہ اس کو کسی اور چیز کا احساس نہیں ہوتا تھا، دیوانوں کی سی کیفیت تھی لیلیٰ کی بستی سے آنے والے کتے تک سے پیار کرتا تھا کہ یہ لیلیٰ کی گلیوں سے گذر کر آرہا ہے، لیلیٰ کی بستی میں پہونچ جاتا تو در ودیوار کو پکڑ پکڑ کر چومتا وہاں کی ہر شئے میں اس کو لیلیٰ ہی نظر آتی، اس کی یہ فریفتگی آج تک ضرب المثل ہے اور منتہائے عشق بنی ہوئی ہے۔

فرہاد نے شیریں کی خاطر پہاڑ کو کاٹ کر اس کے محل میں نہر جاری کرنے کی کوشش کی اسی اثناء میں اس کو کسی نے شیریں کے انتقال کی فرضی خبر سنائی تو اسے تحقیق کی تاب نہ رہی اور اسی کدال سے اپنا سر پھوڑ کر دم توڑ دیا کہ شیریں نہیں تو زندگی میں مزہ کیا؟ عشق کے یہ دو ایسے قصے ہیں جو برسہا برس سے زبان زد عام و خاص ہیں اور مادی معشوقوں اور مادی عاشقوں کی یہ داستان غم بھلائی نہیں جاتی، جب کوئی دل چوٹ کھاتا ہے تو انہیں سے تشبیہ دے کر اپنے انتہائی رنج و غم کی نشاندہی کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے سے دنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ آب و خاک سے بنی ہوئی ایک چوکور عمارت کی طرف جو در معشوق نہیں بلکہ جلوہ گاہ معشوق ہے مخلوق کس طرح ٹوٹی پڑتی ہے۔ محبوب و عزیز ترین چیزوں کو چھوڑ کر حتیٰ کہ مال و اولاد، گھر بار سب کچھ چھوڑ کر، تج کر، پیدل و سواریوں پر، ہواؤں میں اُڑ اُڑ کر، سمندروں کے سینوں کو چیر چیر کر، بڑے والہانہ اور فریفتگی کے عالم میں ایک دو کی نہیں، سو پچاس اور ہزار کی بھی نہیں بلکہ کئی کئی لاکھ کی تعداد میں روانہ ہو جاتی ہے۔ مرد بھی عورتیں بھی، بوڑھے بھی جوان بھی، امیر بھی غریب بھی، شاہ بھی گدا بھی۔ کیسا دیدنی کا منظر ہوتا ہے جیسے جیسے وہ دیار حبیب کے قریب ہوتے جاتے ہیں ان کی ایک ایک ادا نرالا اور انوکھا روپ اختیار کرتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ صرف ایک چادر و لنگی میں ملبوس ہو کر محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا جو آخری منظر کفن پوشی کا ہوتا ہے وہ منظر پیش کرتے ہیں اور بہ زبان حال عرض کرتے ہیں۔

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

اسی حالت میں مستانہ وار، لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک میں حاضر ہوں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، کا نعرہ لگاتے ہوئے روتے اور آنسوؤں سے دامن تر کرتے ہوئے نالہ و فریاد کرتے ہوئے دربار عالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ ع

چشم پرنم دل پریشاں آرزوئیں بے قرار

عشق مجسم سراپا تصویر درد بنے ہوئے کوئی ادنیٰ تغافل و چھیڑ چھاڑ بھی بار خاطر ہے۔ خیال یار میں گم ہیں تڑپ تڑپ اٹھتے ہیں۔ آنسوؤں کے ساتھ چیخیں بھی بے اختیار نکل پڑتی ہیں۔

نالہ کرلینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

محبوب حقیقی مسرور و خوش ہو کر فرشتوں سے فرما رہا ہے "میرے گھر کے مشتاقوں کو دیکھو میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور غبار آلود جسموں کے ساتھ اس حال میں آئے ہوئے ہیں کہ ع

جگر میں ٹیس دل میں درد، لب پہ آہ و نالے ہیں

یہ ہر طرف سے کھنچ کھنچا کر، پہاڑوں کو پھاند کر آ جمع ہوئے ہیں گلی کوچوں میں، سڑکوں پر، بازاروں میں، خیموں میں، محلوں میں بس جہاں دیکھو وہی ہیں، رات ہو کہ دن ہو جب دیکھو اپنے رب کی تجلی گاہ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، دوڑ دوڑ کر حجر اسود کو چومتے جا رہے ہیں غلاف کعبہ ہاتھ میں آ گیا تو لپٹ لپٹ کر رو رہے ہیں جیسے دامن یار ہاتھ میں آ گیا ہو چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا چلا اٹھتے ہیں۔

اے ناتوان عشق تجھے حسن کی قسم
دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جا سکے

یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ معشوق ازلی کے چشم دید کا اشارہ پا کر اپنی مجنونانہ شان کے ساتھ نکلے اور بھاگے بھاگے عرفہ جا پہونچے ابھی دل بھر کر دعا بھی نہ کرنے پائے تھے کہ معشوق نے کسی اور سمت کو ڈھکیلنا اور کھینچنا شروع کیا، عاشق کی سب سے بہترین ادا اور عشق کا مظہر نماز جس کو محبوب سب سے زیادہ پسند کرتا ہے اس کو آج ایک

وقت میں دو ملا کر پڑھیں گے ظہر و عصر ساتھ ادا ہوں گی اور رخت سفر باندھ لیا جائے گا عین سفر کی حالت میں رات کی تاریکی آ گھیرے گی سورج اپنی کرنوں کو سمیٹ کر نماز مغرب کا اعلان کر چکا ہوگا مگر نماز کیوں کر ادا کریں جبکہ منزل پر پہونچنے سے قبل کہیں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے، مغرب عشاء دونوں ساتھ میں ادا ہوں گی جب رات کی سیاہی پوری طرح چھا چکی ہوگی عشاق کے یہ قافلے اپنی منزل پر پہونچیں گے اور محبوب کی یاد میں آنکھوں آنکھوں میں رات کاٹیں گے۔

ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

جس کے دل میں کچھ چوٹ ہو کوئی زخم لگا ہو دیوانگی سے کبھی سابقہ پڑا ہو وہی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اس کا مزہ لے سکتا ہے۔

ابھی کیا ہو رہا تھا اب کیا ہو رہا ہے اسی صفا مروہ پر جس پہ حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں بیتابانہ دوڑ رہے ہیں دوڑ کے گئے صفا پہ چڑھے پھر بھاگتے ہوئے مروہ پہ آ گئے ایک دو نہیں سات سات چکر اسی عاشقانہ ادا کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں پھر دیکھئے منیٰ میں غصہ سے بھرے ہوئے عاشق و معشوق کے درمیان حائل ہونے والے بہکانے اور وسوسہ ڈالنے والے شیطان کو کس طرح کنکریاں ماری جا رہی ہیں اس کو ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے تیری مجال کہ تو عشق کی بھڑکتی ہوئی آگ کو اپنے مکر و فریب سے بجھا سکے، مستی کا عالم طاری ہے معشوق کا ڈر نہ ہوتا، اس کے ناراض ہونے، حکم کی خلاف ورزی کا خطرہ نہ ہوتا تو کتنے اپنی جان تک کو قربان کر دیتے اس مدہوشی کے عالم میں بھی اتنا ہوش ہے کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

جذبۂ بے تابی کو تسکین دینے کی خاطر اتنی اجازت مل گئی کہ اگر تم جانثاری کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہو تو میرے نام پر جانوروں کی گردنوں پر چھری چلاؤ، آن کی آن میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں زمین پر پڑے ہوئے جانور نظر آ رہے ہیں، خون کی نہریں جاری ہیں، گردنوں پر چھریاں پھیری جا رہی ہیں کوئی کہہ سکتا ہے کہ چشم فلک نے عشق و محبت کی ایسی ادا کہیں اور دیکھی ہے، تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ ریکارڈ کیا ہے؟ میلے اور بھیڑ بھاڑ کے مناظر تو شاید نظر آئیں گے مگر یہ ادائے عاشقانہ کہاں کسی نے دیکھی ہوگی اور یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو رہا ہے کوئی ضرور جلوہ گر ہے، ہو نہ ہو کسی کی ادائے دلبرانہ کارفرما ہے کہ:

اب نہیں دل کو کسی صورت قرار
اس نگاہ ناز نے کیا سحر ایسا کر دیا

یہاں سے فارغ ہوں گے اس نبی امی محسن انسانیت کے در دولت پر حاضری دیں گے جس نے عشق کی یہ آگ لگائی ہے بھانت بھانت کے لوگ ہوں گے کالے گورے عربی عجمی سبھی ہوں گے درود و سلام سے فضا گونج اٹھے گی۔

کوئی عربی کوئی عجمی کوئی حبشی کوئی قرنی
یہ آتش غم کس کس کو لگی سرکار دو عالم صل علیٰ

ادب سے سلام ہوگا، ہونٹوں میں حرکت اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے عشق و مستی کا عجیب عالم ہوگا بہ زبان حال کہہ رہے ہوں گے۔

یہ دل کی جلن آنکھوں کی نمی صدقہ میں تمہارے ہم کو ملی
کیا نعمت عظمیٰ ہاتھ لگی سرکار دو عالم صل علی

یہ ہیں حاجیوں کی وہ ادائیں جن کو سن اور پڑھ کر حج کا شوق ہوتا ہے اور ہر بندۂ مومن اس کے اشتیاق میں بہ زبان حال کہہ دیتا ہے۔

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوئے یار میں
ہمراہ تیرے پہونچئے اُڑ کر غبار میں

☆☆☆

''اردو زبان وادب کے ارتقاء میں علماء کی خدمات''

(مولانا) محمد رابع حسنی ندوی

صدر رابطہ ادب اسلامی، لکھنؤ

(غازی پور میں منعقد عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام مجلس مذاکرہ میں جو خطبۂ صدارت دیا گیا تھا وہ افادۂ عام کی غرض سے پیش کیا جارہا ہے۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، و الصلاۃ و السلام علی خاتم النبیین سیدنا محمد بن عبد اللہ الأمین، و علی آلہ و صحبہ أجمعین ، و من تبعھم بإحسان و دعا بدعوتھم إلی یوم الدین ، أما بعد :

برصغیر کے مختلف علاقوں میں رائج زبانوں میں تقریباً دو درجن زبانیں ایسی ہیں کہ ان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اور وہ قومی سطح کی حامل قرار دی جاتی ہیں، ان ہی میں اردو زبان بھی ہے، البتہ ان میں سے اردو کو بڑی حد تک مشترک اور ملک کے بیشتر علاقوں میں کسی نہ کسی حد تک سمجھ لی جانے والی زبان کا مقام حاصل ہے۔ زبان کا آغاز تقریباً تین صدی قبل ہوا، اور بتدریج گذشتہ دو تین صدیوں کے اندر یہ غیر معمولی ترقی پر پہونچی، اور وسیع علاقوں تک پھیلی ہوئی زبان بن گئی، اور اس کو رواج حاصل ہوا، اور اس کے اس رواج میں سب سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے علمی اور مذہبی عنصر کو حاصل رہا، بلکہ اس کے مختلف مرحلوں میں علماء ہی کے ذریعہ اس کو تقویت ملی، اور اس میں وسعت اور ترقی پیدا ہوئی، علماء اور اہل دین نے اس کو اصلاح و ارشاد اور تعلیم و تربیت کے کاموں میں ایک مشترکہ مؤثر ذریعہ محسوس کرتے ہوئے استعمال کیا۔

اردو سے قبل اور اردو شروع ہونے کے کچھ بعد تک برصغیر میں سرکاری اور علمی زبان مسلمانوں کے اقتدار کے دوران فارسی تھی، اسی میں کتابیں لکھی جاتی تھیں، اور حکومت کے فرامین جاری ہوتے تھے۔ انگریزوں کے اقتدار میں آنے پر ملک کی سرکاری زبان انگریزی کو بنایا گیا، لیکن انتظامی اور علمی کاموں میں فارسی کے استعمال کو فوراً ختم نہیں کیا جاسکا۔ اہل علم کے حلقوں میں وہ کچھ عرصہ تک رائج رہی، البتہ مسلمانوں کے اقتدار کے دوران پہلے ہی سے فارسی کے عمل دخل کے ساتھ ساتھ عام بول چال میں اور مقامی طور پر مقامی زبانوں کا استعمال رہا۔ اس طرح گویا دو زبانوں یعنی فارسی اور مقامی زبان کا ایک طرح سے پڑوس بلکہ اختلاط پیدا ہوتا رہا۔ فارسی اور مقامی زبانوں کے اسی اختلاط واشتراک نے اردو جیسی ایک مشترک زبان کے وجود میں آنے کی راہ ہموار کی، پھر اس کے مشترکہ زبان ہونے نے اس کو رواج دینے کا کام انجام دیا، خاص طور پر شمالی ہندوستان میں اس نئی زبان کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور چونکہ کسی بھی ملک میں فوج ایک ایسا عنصر ہوتی ہے جو ملک کے مشترکہ عناصر سے تشکیل پاتی ہے، اور ان کے لئے مشترکہ زبان ایک خاص اہمیت رکھتی ہے، لہذا اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ اردو نامی مشترکہ زبان کو فوج کے عنصر میں استعمال کی خصوصیت حاصل رہی ہو۔ یہ بات اس بنیاد پر بھی کہی جاسکتی ہے کہ اردو کا لفظ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی فوج کے ہوتے ہیں۔ گویا کہ اس کے نام میں یہ اشارہ دیدیا گیا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی تعلق فوج سے رہا ہے، اور وہیں سے اس کا نام بنا۔

اردو کا رواج بڑھنے اور اس کی سرپرستی اور ترویج میں خصوصی مدد ملنے میں ہم کو شعراء کا بھی خاص کردار ملتا ہے ،جنہوں نے اردو میں اپنے خیالات کا اظہار خوبصورت شاعری کے ذریعہ کیا، جس کی تفصیل اردو شاعری کی تاریخ سے واضح ہوتی ہے۔ لیکن گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس سلسلہ میں زیادہ کردار صوفیاء اور علماء کا نظر آئے گا، جو کہ علی العموم نثر کی صورت میں تھا۔ صوفیاء نے اپنے وعظ ونصیحت میں اور علماء نے اپنے تعلیمی وتصنیفی کام میں اردو کو استعمال کر کے اس کے رواج وترقی کی راہ بنائی، اور اس کے رواج کو وسیع کیا، اردو کے اسی رواج کے اثر سے علم وادب وسماجی معاملات کے لحاظ سے مشترکہ زبان کا مرکز ثقل فارسی سے ہٹ کر اردو کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور علمی، ادبی اور اصلاحی لٹریچر فارسی کے بجائے اردو میں عمومیت کے ساتھ تیار ہونے لگا۔ اور تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں کی علمی وتربیتی توجہات کا بھی اس سلسلہ میں خصوصی حصہ رہا، اور پھر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ومریدین کی تحریروں اور ارشاد وتربیت کے کاموں کا بھی حصہ رہا، اور اس طرح اردو زبان وادب کو شروع ہی سے علماء اور اہل دین کی سرپرستی حاصل رہی، اور اردو ادب بھی ان ہی کے زیر اثر رہا۔

پھر جب ہندوستان کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو اس میں اردو زبان کا خاصا وسیع طور پر استعمال ہوا، اور عوام میں تقریروں اور صحافتی سرگرمیوں میں علی العموم اردو ہی کو استعمال کیا گیا۔ تحریک خلافت اور تحریک آزادی کے سلسلہ میں علماء دین ہی کا خصوصی کردار اردو کی ترقی ورواج میں نمایاں رہا۔ ان کے اردو زبان کو استعمال کرنے نے اردو کو خصوصی طور پر تقویت پہونچائی۔ انہوں نے مدارس قائم کئے، اور ان میں بھی ذریعہ تعلیم کا درجہ اردو کو حاصل رہا۔ اور پھر درسی کتابیں بھی اس طریقہ سے اردو میں منتقل ہونے لگیں۔ اور تقسیم ملک کے بعد تو اردو کی ترویج وارتقاء کی بڑی ذمہ داری ہمارے مدارس دینیہ کے ذریعہ ہی انجام پانے لگی۔

اردو کی ترقی اور وسعت کے ساتھ اس میں بڑے ممتاز اور تاریخی شہرت کے مالک شعراء بھی پیدا ہوئے، اور مختلف موضوعات کے مصنفین بھی پیدا ہوئے، اور ان کی کوششوں سے اردو کے ارتقاء میں بڑی مدد ملی، اور اس سب میں علماء کا حصہ نمایاں نظر آتا ہے۔ اسی طرح آزادئ ملک کی تحریک میں علماء دین کی کوششوں کا جو حصہ رہا وہ عوام کو ملک کی آزادی اور خلافت اسلامیہ کی اہمیت سے واقف کرانے کے لئے ان کو اپنی تقریروں میں اردو سے کام لینے سے بھی اردو کو رواج ملنے میں خصوصی مدد ملی۔ اس کا ثبوت مولانا ابو الکلام آزاد اور ان کے رفقاء کی خطابت وصحافت میں خاص طور پر نظر آتا ہے۔ اور اس میدان میں ایک طرف خطابت میں سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا شبیر احمد عثمانی، اور دوسری طرف صحافت میں مولانا آزاد کا ''الہلال''، ''البلاغ''، بجنور کا ''المدینہ''، مولانا ظفر علی خاں کا ''زمیندار''، مولانا دریابادی کا ''سچ'' اور ''صدق جدید''، اور وہ رسالے اور اخبارات جو لکھنؤ، دہلی، حیدر آباد اور کلکتہ سے علماء کی تحریروں پر مشتمل نکلتے تھے، ان کا اردو کی ترویج میں بلکہ اس کے ارتقاء میں قابل قدر حصہ رہا، اس کی مثالیں اردو زبان وادب کی تاریخ میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔

اردو کی ترویج وترقی میں اردو کتابوں کے تصنیف واشاعت کے اداروں کا بھی کردار رہا ہے، جن کو علماء غذا فراہم کرتے رہے، مثلاً دار المصنفین اعظم گڑھ، ندوۃ المصنفین دہلی۔ اور ندوۃ العلماء کے فرزندوں نے بھی اردو کو اپنی تصنیفات اور تحریروں سے تقویت پہونچائی۔

چونکہ خطابت وصحافت میں اردو زبان و ادب کو اختیار کرنے میں علماء دین زیادہ پیش پیش رہے، اور ان کی طرف سے ملک کے عوام کو صرف اصلاح ورشد کی باتیں، اور تحریک آزادی کے سلسلہ میں ضروری توجہ دہانی ہی نہیں حاصل ہوئیں بلکہ ان کی تقریروں اور مضامین کے ذریعہ اردو زبان کی تراش خراش میں بہتری اور ترقی بھی ہوئی۔ اس طرح اردو زبان وادب کے ارتقاء میں علماء کا جو حصہ رہا وہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ علماء کے اپنے اپنے ذوق کے تنوع نے بھی اردو اسالیب بیان میں تنوع پیدا کیا۔

اس سلسلہ میں ایک طرف ہم کو مولانا ابو الکلام آزاد کا پھڑکتا ہوا اور ذہن کو جھنجھوڑتا ہوا اردوئے معلی کا اسلوب بیان ملتا ہے۔ دوسری طرف مولانا عبد الماجد دریابادی کا الفاظ اور حسن ادا میں جدت طرازی کرتا طنز آمیز اسلوب ملتا ہے۔ تیسری طرف علامہ شبلی کا پُر وقار اور عالمانہ انداز بیان رکھنے والا مؤثر اور بلیغ اسلوب ملتا ہے، اور اسی کے ساتھ ان کے رفقاء میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، اور ان کے شاگردان خصوصی مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد السلام ندوی اور مولانا عبد الباری صاحب ندوی نے اپنے استاد کے اسلوب کو زیادہ بہتر طریقہ سے استعمال کر کے ترقی دی۔

ان کے علاوہ خواجہ حسن نظامی (دہلی) اور ان جیسے اہل ادب علماء نے اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے انداز واسلوب میں اردو کے قافلہ کو سبک روی اور افادیت کے ساتھ آگے بڑھایا، اس سلسلہ میں اور بھی متعدد نام لئے جاسکتے ہیں، اور ان کے نام لئے جانے کا حق بھی ہے۔ لیکن اختصار کے ساتھ یہ چند نام اور ان کے اثر پذیری رکھنے والے کام جو اردو زبان وادب کے ارتقاء میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں، بطور نمونہ عرض کر دیئے گئے۔

تہذیب جدید سے کسب فیض کرنے والے حضرات نے مغربی نظریات ادب سے متاثر ہو کر اردو ادب کو بھی نئے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی، جو اردو زبان وادب کی تاریخ کے آخری دور میں ہوئی، لیکن اردو زبان و ادب کو شروع کرنے اور اس کو بین الاقوامی سطح کی زبان بنانے والوں کا اردو کی ترقی وعظمت میں جو حصہ ہے وہ جدید ذہن ودماغ کے حامل لوگوں کی کوششوں کے پیچھے چھپایا نہیں جاسکتا، وہ حصہ علماء دین کے فیض کا مرہون منت ہے۔

اور اب موجودہ عہد میں کم از کم ہندوستان میں اردو کے ارتقاء کا انحصار بڑی حد تک ان ہی جیسے علماء دین پر ہی منحصر ہو کر رہ گیا ہے، اصلاً اب ان ہی کی کوششوں اور ان کے علمی وتعلیمی اداروں کے دائرہ ہی میں یہ کام انجام پا رہا ہے، اور ان کی کوششوں کے دائرہ کے باہر تو صورت حال نازک سے نازک تر ہوتی جارہی ہے، بلکہ کہنے والے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مدارس اگر نہ ہوں اور علماء کا سایہ اردو کو حاصل نہ ہو تو اردو کا بقا کم از کم ہندوستان میں قائم نہیں رہ سکے گا۔ اور یہ مختلف زبانوں سے مختلف خوبیاں اپنانے والی زبان اور نوع بنوع خوبیوں کا حامل اسلوب بیان جو اردو کی شکل میں اس برصغیر کو میسر اور محفوظ کرتا رہا ہے، اس سے ہمارا ملک محروم ہوجائے گا، اس کا خطرہ سامنے نظر آنے لگا ہے۔

علماء نے اردو کو اختیار کرنے اور استعمال کرنے میں بڑی فراخ دلی سے کام لیا، اس سے اردو کے اسلوب و زبان میں مقامی زبانوں کے مفید اور پسندیدہ محاورے اور تعبیرات بھی شامل ہوئیں، فارسی کے فصیح انداز بیان اور الفاظ پہلے ہی سے اردو زبان کی زینت بنے ہوئے تھے، اور عربی زبان کے محاوروں اور تلمیحات نے جو علماء کی تقریروں وتحریروں میں جستہ جستہ ملتی ہیں، مزید وزن اور خوبی پیدا کی۔ اسی کے ساتھ دیگر مقامی زبانوں کے محاورے اور دلنواز الفاظ نے بھی اردو کو دلچسپ بنایا۔ اور اس طرح اردو زبان کا ایسا گلدستہ تیار ہوا جس کے مختلف خوشنما پھولوں کا حسن اور اس کی خوشبو کے تنوع نے اس زبان کو خوان نعمت بنا دیا ہے۔

اس وقت علماء اور طالبان علوم دین نے اس کے بقا اور ارتقاء کو اپنی فکر وتوجہ کا مرکز بنا رکھا ہے، جو بڑا قابل قدر اور ضروری فریضہ ہے، اور اس کے ذریعہ اردو کے کم از کم بچ جانے اور اپنی افادیت کے قائم رہنے کا الحمد للہ پورا سامان حاصل ہوگیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ..... ۱۱ پر)

آداب حج

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا

تحریر ..... : مولانا سید محمد الحسنی

یہ مصرعہ ایک صاحب دل بزرگ اور صاحب ورد شاعر صوفی عبدالرب صاحب کا ہے، پورا شعر اس طرح ہے۔

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا
کفن بر دوش جا پہونچا مگر مرنا نہ سیکھا تھا

اس وقت دنیا کے مسلمان جس فضا میں سانس لے رہے ہیں، وہ حج کی، قربانی کی، ذوق وشوق کی اور جذب وکیف کی فضا ہے، اس میں بے خودی بھی ہے، بے خبری بھی ہے، خود شکنی بھی ہے، دیوانگی بھی ہے۔ بلکہ اس راہ میں فرزانگی سے زیادہ دیوانگی، اور ہوش سے زیادہ جوش درکار ہے اور خرد کی پختہ گری سے زیادہ جنوں کی جامہ دری کی ضرورت ہے، احرام کی حالت میں ادھر سے ادھر پھرنا، سر منڈانا، طواف وسعی کرنا، قربانی کرنا، کبھی سفر کبھی قیام، کہیں صبح کہیں شام، اس بات کی علامت ہیں کہ حج میں دوسرے منافع ضرور ہیں لیکن وہ کوئی سیمینار اور کانفرنس نہیں، ایک سفر عشق ہے اور تعمیل حکم۔

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو
یہ غذا دیتے ہیں جاناں تیرے دیوانے کو

یہاں مشرق ومغرب اور شمال وجنوب آکر مل جاتے ہیں، جہتیں اور سمتیں ختم ہوجاتی ہیں وقت اور زمین کی طنابیں کھنچ جاتی ہیں، سب کا ایک مرکز ہوتا ہے، بیت اللہ اور ایک لباس، احرام کی بے سلی ہوئی دو چادریں، زبان پر ایک نعرہ اور ایک ترانہ۔ "لبیک اللّٰھم لبیک" اور ایک زمزمہ "السلام علیک یا رسول اللہ"۔

یہاں زندگی مکہ اور مدینہ کے درمیان گھومتی ہے، نہ وہاں سے جی بھرتا ہے، نہ ادھر سے سیری ہوتی ہے، کمال وجلال وجمال کی تجلیاں راہ عشق کے اس مسافر کو ہر وقت نوازتی ہیں، یہاں رحمت مینھ کی طرح برستی ہے لیکن دل کی سوکھی اور پیاسی سرزمین پر، خشک لبوں پر، ترستی ہوئی نگاہوں پر، شرمسار اور خاک آلود پیشانیوں پر، اس لئے کہ یہاں یہی سوغات معتبر اور یہی تحفہ نادر ومقبول ہے۔ یہاں تعلّی ولن ترانی، چرب زبانی اور آتش نوائی کی نہیں، شکستہ دلی کی، احساس ندامت کی، عشق ومحبت کی ابھرتی ہوئی پاکیزہ سحر کی اور گنہگار آنکھوں کے غسل صحت کی ضرورت ہے۔

الٰہی درد دل کی سرزمیں کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

کوئی جاکر یہ کہہ دے ابر نیساں سے کہ یوں برسے
کہ جیسے مینھ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یہاں زمام کار دل کے ہاتھوں میں ہونی چاہئے اور معاملات کو نگاہ محبت سے دیکھنا چاہئے لیکن کون سا دل اور اور کیسی نگاہ؟ وہ دل نہیں جو بدگمانی و بے یقینی کی اور ظلمت وتاریکی کی آماجگاہ ہے، جو دنیا میں اٹکا ہوا ہے اور دنیا ہی کیلئے دھڑکتا ہے۔ جسے فاسد ماحول، غلط ترغیبات اور مسموم ہواؤں نے اتنا سخت بنادیا ہے کہ کوئی عبرت، حسرت اور نصیحت وموعظت اس پر اثر نہیں کرتی اور وہ نگاہ نہیں جو پاک وصاف اور عفیف نہیں ہے، جو خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں کبھی اشکبار نہ ہوئی جس نے راہ خدا میں کبھی شب بیداری کا مزہ نہ چکھا، اور جو ہر غلط چیز پر پڑتی رہی اور ہر جگہ بھٹکتی رہی۔

یہ "پاک دل" اور یہ "پاک نگاہ" اس سفر کی وہ شاہ کلید ہے جس سے یہ سفر حج مقبول اور حج مبرور بنتا ہے جس سے اس کی پوری قیمت وصول ہوتی ہے، جس سے اس کا حقیقی لطف آتا ہے اور حاجی حج کی ایک ایک ادا کو اپنے اندر جذب کرلیتا اور سمو لیتا ہے۔

"ذالك ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوىٰ القلوب."

(اور جو اللہ کے شعائر اور نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو وہ دل کے ادب ولحاظ اور تقویٰ کی بات ہوگی)

آغاز مضمون میں صوفی صاحب کا جو شعر دیا گیا وہ اسی مقصد سے ہے اور اس میں اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جس سے غفلت ومحرومی بعض وقت حاجی اور زائر کو بہت محسوس ہوتی ہے، لیکن گذشتہ غفلتوں، مشغولیتوں اور دلچسپیوں کی اس قدر جلد اور اچانک تلافی آسان نہیں ہوتی اور حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا
کفن بردوش جا پہونچا مگر مرنا نہ سیکھا تھا

حج کی اصل تیاری وہ نہیں جس میں آدمی سر سے پیر تک مشغول ہوتا ہے اور اس کی تمام تفصیلات سے باخبر ہوتا ہے، ہر وقت اسی کی باتیں، اسی کی فکر، اسی کی دوڑ دھوپ، دفتروں کے چکر، کاغذات کی تیاری اور سامان واسباب کی فراہمی کا مسئلہ، غرض دنیا کے سارے جھمیلے۔ یہ سب باتیں ضروری ہیں اور ان سے کسی کو مفر نہیں، لیکن ہم اگر اس میں اس قدر مشغول ہوجائیں کہ ہمیں یہ بھی خیال نہ رہے کہ ہم

کہاں جارہے ہیں اور کس قدر مہتم بالشان اور اہم سفر درپیش ہے، اگر ان ہنگاموں میں ہمیں حرم شریف سے زیادہ بیت اللہ اور مسجد نبوی سے زیادہ دوسری جگہوں اور دوسری باتوں کا خیال رہنے لگے تو یہ خسارہ کی بات ہوگی، ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم جارہے ہوں اپنی کسی تیاری اور انتظام میں اور دل میں حج کا شوق چٹکیاں لے رہا ہو۔

حج کا شوق آج کل گھڑیوں، ٹرانسسٹر، ریکارڈ اور قیمتی کپڑوں اور اس طرح کے سامان کے آرائش و زیبائش کے ہم معنی بن گیا ہے۔ اس لئے یہ دھوکہ نہ ہو کہ ہمارے اندر بھی حج کا شوق ہے، دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ حج کا شوق کس قسم کا ہے دل کے کسی گوشہ یا دماغ کی سلوٹوں میں کوئی اور تصویر تو نہیں چھپی ہے، اندر اندر کوئی دنیاوی غرض اور مادی جذبہ تو کام نہیں کررہا ہے۔ حج سے پہلے دل میں شعائر حج کے احترام، سفر حج کی عظمت، اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں حاضری کا خیال اس طرح دامن گیر ہونا چاہئے کہ اس کے اندر شوق وانتظار بھی ہو اور فکر وڈر بھی کہ خدانخواستہ کوئی ایسی بات غلطی سے سرزد نہ ہوجائے جو ادب کے خلاف ہو۔

جو لوگ اس مرتبہ حج کیلئے نہیں جاسکے یا وہ تمام مسلمان جو نہیں جاسکتے لیکن حج کا شوق رکھتے ہیں اور حرمین شریفین کی عظمت اور یاد سے ان کے سینے معمور ہیں وہ بھی قابل مبارک باد ہیں کہ ان کیلئے بہت کچھ کرنے کا موقع ہے، وہ اپنے اس شوق و آرزو کی بدولت ان خوش نصیبوں سے کم نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وہاں کی حاضری نصیب فرمائی اور اپنے باب عالی تک پہونچایا۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ان کو حق ہے بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایک ایک لمحہ وصول کریں، یہ وقت دنیا جہان کی باتوں یا خریداری کے پروگراموں یا تصورات میں ضائع نہ کریں، اس لئے کہ بعض اوقات آدمی عبادات وطاعات میں مشغول معلوم ہوتا ہے لیکن عالم تصور میں کہیں اور ہوتا ہے اعتبار دل کا، نیت کا اور اندرونی جذبہ کا ہے۔ "لن ينال الله لحومها ولا دماء ها ولكن يناله التقوىٰ منكم۔" ("اللہ تعالیٰ کو گوشت اور خون نہیں پہونچتا، اس کو تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب ولحاظ پہونچتا ہے۔")

حج کے ارکان ہوں یا قربانی کے احکام، سب کی روح یہی ہے اور صرف ایک حج وقربانی پر موقوف نہیں، اسلام کے سارے ارکان اور احکام فرائض کی روح یہ ہے کہ ان کو ایمان واحتساب، حسن نیت، قلبی لگاؤ اور باطنی استحضار کے ساتھ انجام دیا جائے۔ اس قلبی تعلق اور نیت وجذبہ کے ساتھ بہت سے وہ کام جو دیکھنے میں خالص دنیاوی یا تجارتی معلوم ہوتے ہیں دین بن جاتے ہیں اور اس کے بغیر عبادات ونوافل اور اذکار واشغال بھی خطرہ میں پڑجاتے ہیں۔

حج کی اہمیت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مبارک وقت آنے سے بہت پہلے سے اس کی تیاری کی جائے، اس کا ذہن بنایا جائے، اپنی اصلاح کی فکر کی جائے۔ اور یہ کوشش کی جائے کہ اس دربار میں حاضری کے وقت ہماری اندرونی حالت اور کیفیت زیادہ سے زیادہ بہتر ہو، جو لوگ آئندہ سال جانے کی نیت رکھتے ہیں وہ ابھی سے اس کی تیاری شروع کردیں تاکہ عین وقت پر ان کو حسرت نہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق نصیب فرمائی وہ وہاں کے بازاروں اور جگمگاتی ہوئی زندگی سے بالکل آنکھیں بند کرکے ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوجائیں، ایسا نہ ہو کہ اتنا قیمتی سفر برباد اور ضائع ہو بلکہ الٹا ہمارے لئے وبال جان بنے اور کچھ اور نیا بوجھ ہماری گردن پر ڈال دے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب حجاج کرام کی کوششوں اور محنتوں کو قبول فرمائے، ان سب کو اپنی قبولیت اور رضا سے نوازے اور یہ حج ان کی زندگی کا بہت مبارک موڑ ثابت ہو۔

دعائے صحت

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دعوۃ العلماء مدظلہ العالی اس وقت بہت علیل ہیں اور جدہ میں زیر علاج ہیں قارئین تعمیر حیات سے درخواست ہے کہ دعائے صحت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ شفاء کامل عطا فرمائے اور ان کی سرپرستی کو تادیر قائم رکھے۔ آمین!

(ادارہ)

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44,Haji Building, S.V.Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Tel:3460220,3468708

درس براہیمی

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

ڈاکٹر مولانا سعید الاعظمی ندوی
(ایڈیٹر "البعث الاسلامی")

ہزاروں سال پہلے جب دنیا تہذیب وتمدن کے لفظ سے بھی نا آشنا تھی اور زندگی گذارنے کے آداب اور طور طریقے انسانوں کی دسترس سے باہر تھے۔ اس وقت بھی اس دنیا میں زندگی کو کامیابی اور خوشحالی سے ہمکنار کرنے کا جذبہ موجود تھا اس جذبہ کو بروئے کار لانے کیلئے انسانوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کوششیں کیں، کسی نے دوسروں کو خوش کر کے اپنے اس جذبہ کو تسکین دی، کسی نے دوسروں پر اعتماد کر کے کامیابی حاصل کی اور کسی نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو کامیابی اور خوشحالی کا حقدار قرار دیا۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے کامیابی حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ پر اعتماد کیا اور اپنی ذاتی کوشش و طاقت کی بنیاد پر کامیاب انسان بنے، انہوں نے اس راہ میں کبھی اپنا قیمتی وقت لگایا، کبھی اپنے مال ومتاع کو صرف کیا، کبھی اپنی خواہشات کو قربان کیا اور کبھی اپنی محبوب اولاد اور اپنی عزیز جان کو اس راہ میں پیش کر دیا اور کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ آج سے تقریباً تین ہزار آٹھ سو سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا، انہوں نے اپنے پروردگار سے تعلق قائم کیا تو اپنے ماحول سے، اپنے گھر بار اور اپنے ماں باپ سے منھ موڑ کر وہ اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگ گئے اور سب سے الگ ہو کر اپنی راہ الگ بنالی، وہ ہر قیمت پر اپنی زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے تھے، وہ زمانہ کی رو سے ہٹ کر ایسا راستہ اختیار کر رہے تھے جو قربانیوں کا راستہ تھا جہاں کسی بڑے مقصد کے حصول کیلئے ماحول و خاندان اور مال و دولت سے لے کر اولاد تک قربان کر دینے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ انہوں نے ماحول سے بغاوت کا اعلان کیا اور حق کی راہ میں ہر طرح کی آزمائش کے لئے تیار ہوئے وہ اپنے ارادہ میں اتنے پختہ تھے کہ ان کی قوم نے ان کو آگ میں ڈالا تا کہ وہ اس عقیدہ کو چھوڑ دیں انہوں نے آگ میں جل کر مقصد پر قربان ہو جانا قبول کر لیا اور اپنی قوم کی راہ پر واپس جانا منظور نہیں کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ کا الاؤ ان کیلئے گل وگلزار بن گیا اور ان کو سزا دینے والی قوم اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئی شاعر نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کا لقب عطاء فرمایا اور اس لقب کو مزید پختہ کرنے اور ان کے عقیدۂ محبت کو زیادہ سے زیادہ استوار کرنے کی خاطر خواب میں ان کو حکم دیا کہ تم اپنے لخت جگر اسمٰعیل کو خدا کی راہ میں قربان کر دو، خلیل اللہ نے اپنے فرزند کو خوشخبری دی کہ تم کو خدا کی راہ میں قربان ہونا ہے۔ اور وہ ان کو لے کر ایک سنسان مقام کی طرف روانہ ہوئے تا کہ محبت کی قربان گاہ پر ان کو بھینٹ چڑھا دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام محبت کے امتحان میں کامیاب ہوئے، آزمائش نے ان کو کامیابی کی مبارکباد دی اور قربانی کی چھری بچے کے گلے پر چلنے کے بجائے دنبے کی گردن پر چلی، بلکہ درحقیقت خواہشات نفس کی گردن پر، باطل اور ظالم ماحول کی گردن پر، غیر اللہ کی محبت پر چلی، شیطان رسوا ہوا اور ایمان کی جیت ہوئی حضرت ابراہیمؑ کی یہ ادا ان کے رب کو اتنی پسند آئی کہ سنت براہیمی کے نام سے اس کو زندۂ جاوید بنا دیا اور ابراہیم کے ماننے والوں پر قیامت تک کے لئے اس کو زندہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا اور سال میں ایک مرتبہ ذی الحجہ کی دس تاریخ کو اس سنت کی یادگار منانے کیلئے جانوروں کی قربانی واجب قرار دے دی گئی۔

یہی وہ قربانی ہے جو عید الاضحیٰ کے دنوں میں پوری دنیا میں کی جاتی ہے۔ اور اس بنا پر اس عید کو ہم عید قرباں کے نام سے یاد کرتے ہیں قرآن کریم نے اس واقعہ کی تصویر کچھ اس طرح کھینچی ہے۔

﴿فلما أسلما و تله للجبين و ناديناه أن يا ابراهيم، قد صدقت الرؤيا، إنا كذالك نجزي المحسنين، إن هذا لهوا البلاء المبين و فديناه بذبح عظيم و تركنا عليه في الآخرين، سلام علىٰ ابراهيم كذالك نجزي المحسنين.﴾
(الصفت ۱۰۲، ۱۱۰)

"جب وہ دونوں (ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام) اللہ کے حکم کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (تا کہ گردن پر چھری چلا دیں) اور اسی وقت ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا، اور ہم اس طرح اپنے وفادار اور سچے بندوں کو بدلہ دیتے ہیں، تم اچھی طرح جان لو کہ یہ ایک بڑی آزمائش ہے، پھر ہم نے ان کو ایک قربانی فراہم کر دی (دنبے کے ذریعہ) اور ان کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں

کیلئے باقی رکھا، سلامتی ہو ابراہیم پر، اسی طرح ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔)

ابراہیم کا زمانہ دراصل مادیت کے عروج کا دور تھا لوگ اس وقت سوائے مادیت کے کسی اور چیز سے واقف ہی نہیں تھے، اس پر تقدس اور عقیدت کا ایسا رنگ چڑھ چکا کہ اس نے خدا کا درجہ حاصل کر لیا تھا جو کچھ دنیا میں ہو رہا تھا وہ سب انسانی طاقت اور مادیت کا کرشمہ سمجھا جاتا تھا، ہر طرف نفس پرستی کا چرچا تھا، اور انسان اپنے مقام سے بہت نیچے گر چکا تھا، وہ اخلاق کی دولت سے محروم اور ایمان کی نعمت سے ناآشنا تھا۔ ایسے سنگین ماحول میں ابراہیم نے انقلاب کا نعرہ بلند کیا، نفس پرستی کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک خدا کے سامنے جھکنے، اس کی عبادت کرنے اور اس کیلئے جینے اور مرنے کی دعوت دی اور اعلان کیا کہ

"إن صلاتي ونسكي و محياي و مماتي لله رب العالمين لاشريك لهٗ و بذالك أمرت و أنا أول المسلمين." (الأنعام)

(میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا سب اس خدا کیلئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا مجھ کو حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی قربانیوں کا ایک سلسلہ ہے لیکن جو قربانی سنت ابراہیمی کے طور پر عید الاضحیٰ کے دنوں میں انجام پاتی ہے وہ اصل میں رمز ہے اس بات کا کہ انسان اپنے خدا کے سامنے ایک تابعدار بندہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اس کی ہر چیز حتی کہ اس کی جان، اس کا مال، اس کی اولاد بھی خدا کی ملکیت ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے سکتا ہے اور جب بندہ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہو جائے کہ اصل اطاعت اسی وقت متحقق ہو سکتی ہے جب انسان اپنی زندگی کے سارے معاملات اور ذرہ ذرہ کو خدا کی اطاعت و بندگی کے حوالے کر دے اور ہر حال میں شکر گذار بن کر رہے، اس وقت وہ ایک مثالی انسان قرار پاتا ہے اور اپنے ماحول کے لئے نمونہ بنتا ہے۔

قربانی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہم عید الاضحیٰ کے موقع پر کوئی جانور ذبح کر کے یہ سمجھ بیٹھیں کہ کام پورا ہو گیا بلکہ قربانی دراصل نام ہے اللہ کے حکم کی بجا آوری، اس کے نبی کی سنت سمجھ کر صدق دل اور رضائے الٰہی کی نیت سے خون کا تحفہ پیش کرنا، خود قرآن میں قربانی کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ "لن ينال الله لحو مها و لا دماء ها ولكن ينا له التقوىٰ منكم." (سورئہ حج)

(اللہ کو قربانی کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف اور لحاظ پیدا ہو)

(بقیہ: اردو زبان وادب صفحہ :۔۔۔۔۷)

حضرات! ہمارا یہ سیمینار جو رابطہ ادب اسلامی عالمی کا برصغیر کا ادارہ ہر سال کسی نئے قسم کے ادبی موضوع پر جس کا تعلق اسلامی رجحان سے ہو، کسی اہم مقام پر منعقد کرتا ہے، آج اس موضوع پر منعقد کیا جا رہا ہے۔ رابطہ ادب اسلامی ایک عالمی ادارہ ہے، اور برصغیر میں اس کے کاموں کی فکر ونگرانی ہم جیسوں کے ناتواں کاندھوں پر ہے، لیکن الحمد للہ ہم کو ملک کے اہل علم وادب سے پورا تعاون ملتا ہے۔

ہمارے اس سیمینار کی میزبانی مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی کی سرکردگی میں مدرسہ دینیہ غازیپور کر رہا ہے۔ مولانائے محترم نصف صدی سے زائد مدت سے علم وادب وتعلیم کے رواج وترقی کے لئے جو محنت کر رہے ہیں، وہ صرف قابل تحسین ہی نہیں، بلکہ بڑی لائق قدر ہے، آج وہ ہمارے سیمینار کی سرپرستی بھی کر رہے ہیں۔ سیمینار میں اہل فکر وادب جمع ہوئے ہیں، امید ہے کہ مقررہ موضوع پر اچھے مضامین سامنے آئیں گے، اور ہمارا یہ سیمینار بھی سابقہ سیمناروں کی طرح کامیابی حاصل کرے گا۔ ہم آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں، اور میزبان محترم کی میزبانی کی قدردانی کے ساتھ آپ سب کی آمد کے بھی شکر گذار ہیں۔

اسٹار آئی کیئر اینڈ لیزر سینٹر
3/254-A وپل کھنڈ۔3، گومتی نگر (اسکالر ہوم اسکول کے پیچھے) لکھنؤ
☆ دنیا کی جدید Allergan Phaco Machine (USA) کے ذریعہ 1.2 mm کے چیرے کے ساتھ بنا ٹانکا موتیا بند آپریشن میں فولڈیبل لینس لگوا کر چند گھنٹوں میں گھر جائیں ☆ کمپیوٹر سے مکمل بائی جانچ اور آپریشن ☆ آنکھوں کے پردے کی جانچ اور Laser سے علاج ☆ آنکھ کا الٹرا ساؤنڈ اور آنکھ کے سبھی مرضوں کا علاج مناسب دام پر۔
ایل وی پرشاد آئی انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد اور آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسیز، نئی دہلی سے ٹریننڈ
ڈاکٹر محمد اطہر ایم بی بی ایس، ایم ایس
Contact No. 0522-2391520 Mob:9415101318

فکرو نظر

جداہودیں سیاست سے.....

تحریر..... : مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

مذہب سرکشوں کو سرکشی سے، ظالموں کو ظلم سے اور مجرموں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کی قوت رکھتا ہے، اس لئے کہ وہ خدائی احکامات اور آسمانی تعلیمات کی حقیقت پر مبنی ہے اس میں انسانی زندگی گذارنے اور دوسرے انسانوں کیساتھ سلوک کرنے کے اصول وضوابط ہوتے ہیں اور انسان میں ایک ایسی داخلی قوت تمیز پیدا کردیتا ہے جس سے انسان ہر کام کرتے وقت محاسبہ کا تصور رکھتا ہے، جس کے خیال سے وہ خود بخود برائی سے رک جاتا ہے۔ مذہب انسان کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا ہے اور اس کے دل میں نفع و ضرر اور سود وزیاں کا احساس پیدا کرتا ہے اور یہ خوف پیدا کرتا ہے کہ اس کے ہر عمل کو ترازو میں تولا جارہا ہے اور کسوٹی پر پرکھا جارہا ہے اور اس کیلئے جوابدہ ہے۔ یہ احساس عمیق اور ہمہ گیر ہوتا ہے جس کا دائرۂ اثر دنیا کی اس دوروزہ زندگی ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس عالم فانی کے بعد ابدی زندگی میں نفع و ضرر کا یہ احساس پوری قوت کے ساتھ ذہن و دماغ پر مستولی رہتا ہے، مذہبی تعلیمات ہی کی روشنی میں انسان خیر وشر اور نیک وبد کے درمیان تمیز کرتا ہے، مذہب ہی کے ذریعہ سے انسان کے دل میں اٹوٹ محبت، الفت و مودت، ایثار و ہمدردی، قناعت و خیر سگالی کے شریفانہ جذبات انگڑائیاں لیتے اور خدا کی جانب سے عطا ہونے والے بے پایاں اجر و ثواب کی آس بندھاتے ہیں مذہب کیوجہ سے انسان کے اندر۔ محاسبۂ نفس کا وہ تصور پیدا ہوتا ہے جو اسے زندگی کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے اور خواہشات نفسانی کے دام فریب میں گرفتار ہونے سے بچاتا ہے، چنانچہ جب کبھی برے خیالات، شیطانی وساوس اسے ارتکاب جرم پر آمادہ کرتے ہیں تو محاسبہ نفس کا یہی تصور سدّ آہن بن کر اس کی راہ میں کھڑا ہوجاتا ہے اسی پر بس نہیں، خلوت وجلوت میں یہی انسان کو کار خیر اور اچھے عمل کی تلقین کرتا ہے۔ یہی احساس رات کے اندھیرے میں یا تنہائی میں جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو یا کوئی منع کرنے والا نہ ہو اسے برائی سے روکتا ہے۔

صحت وقوت، دولت وثروت کی کثرت انسان کے اندر حرص وہوس، اخلاق ذمیمہ اور لالچ و طمع کے جذبات پیدا کرتی ہے، مالداروں کو ان کی ثروت، عناد وسرکشی، کبر ونخوت، تکبر وخودسری کا شکار بناتی ہے، طاقت واقتدار کے مالکوں میں سرکشی اور جبر وقہر کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح علم اور دانائی انانیت اور خودسری پیدا کردیتی ہے۔ اگر اس طاقت وقوت اور دولت وتوانگری کو کنٹرول کرنے اور توازن پیدا کرنے والی کوئی قوت نہ ہو، اس طاقت و قوت کے نشہ میں طاقتور کمزور وناتواں انسان پر ظلم کرتا ہے اور مال ودولت کے غرور میں بھی انسان غریب وبے آسرا لوگوں کو عزت و وقار کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا، یہ صلاحیتیں دوسروں کے حقوق سلب کرنے کا محرک بن جاتی ہیں، مذہب یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ہر صلاحیت خدا کی دی ہوئی ہے اور اس کو اس کے حکم کے مطابق صرف کرنا چاہئے، وہ ان صلاحیتوں کو صحیح رخ پر ڈالتا ہے وہ صاحب حیثیت انسانوں سے ان کی طاقت وقوت سلب نہیں کرتا، اور ضبط نہیں کرتا۔ وہ حقوق وواجبات متعین کرتا ہے، ان کے استعمال کی پوری آزادی دیتا ہے، وہ یہ نہیں چاہتا کہ طاقتوروں اور مالداروں کو اس دنیا کے اندر مکمل آزادی دے دی جائے کہ جس طرح چاہیں کمائیں اور جس طرح چاہیں خرچ کریں، نہ وہ طاقت کے حصول اور استعمال کو مطلق آزاد چھوڑتا ہے کہ وہ شتر بے مہار کی طرح ہوجائیں، جس پر چاہے ظلم کرے، جس کے چاہے حقوق سلب کرے، چوپایوں اور درندوں کے طریقہ سے زندگی بسر کرے، دولت جمع کرے، لذتوں سے لطف اندوز ہوئے، وہ جنگلی بھیڑیوں کی طرح قتل وغارت گری، لوٹ مار اور شر و فساد کا بازار گرم کرے، مغربی جمہوریت انسان کو اس دنیا میں کلی آزادی دیتی ہے اور کمیونزم پابندی لگاتا ہے۔

مذہب کا مقصد وجود اور منتہائے مشن ہی یہ ہوتا ہے کہ خدائی احکامات وقوانین اور ربانی اصولوں کے مطابق انسانی زندگی کی تعمیر وتشکیل کا ایک ضابطہ مقرر کیا جائے، جو متناسب ہو اور ذمہ داری کے احساس پر مبنی ہو، اس میں رضائے الٰہی اور مقصود ربانی کا ہر وقت خیال ہو، وہ انسانی زندگی کے گرداگرد محرمات اور ممنوعات کا ایک دائرہ کھینچتا ہے، انسان کو ہلاکت وتباہی کی طرف لے جانے والے راستوں کی نشاندہی کرتا ہے اور اسے ان حدود کو پار کرنے سے منع کرتا ہے، مذہب کا بنیادی نقطۂ نظر ہی یہ ہے کہ تمام مخلوق ایک خدائی کنبہ ہے اور پورا انسانی معاشرہ ایک خاندان کی حیثیت رکھتا ہے اس خاندان کا ہر فرد دوسروں کا تعاون کرنے اور مشکلات میں اس کی مدد کرنے کا مکلف ہے وہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ طاقتور اپنی طاقت کے ذریعہ، مالدار اپنی دولت کے ذریعہ اور صاحب علم و کمال اپنے علم وفضل کے ذریعہ سے ضعیف وناتواں، فقیر وبے آسرا جاہل وناخواندہ انسانوں کی مدد کرے، وہ جزا اور سزا کا ایک داخلی شعور پیدا کرتا

ہے جو انسانوں کو اچھے عمل کی طرف مائل کرتا ہے اور برے عمل سے روکتا ہے۔

جس معاشرہ میں یہ نیک جذبات اور لائق ستائش احساسات جلوہ گر ہوں گے تو وہ معاشرہ اتحاد ویگانگت، مواسات وہمدردی، غمخواری وغمگساری کی روح سے لبریز ایک مثالی معاشرہ ہوگا، وہاں نہ کسی کی حق تلفی ہوگی اور نہ اختلاف رائے جنگ وجدال کی طرف لے جائے گا، اگر کسی وجہ سے ناچاقیاں اور دوریاں پیدا بھی ہوئیں تو اس معاشرہ کے اہل خیر، روشن دماغ اور اصحاب فضل وکمال کو مکلف کیا گیا ہے کہ مال ودولت طاقت وقوت اور علم وفضل کے ذریعہ بہت جلد ان مشکلات کا تدارک اور ازالہ کردیں، وہ ہر مسئلہ صلح وصفائی، عفو ودرگذر اور آپسی اتفاق سے حل کرنے کی دعوت دیتا ہے، اگر کوئی اس صلح سے سرکشی کرتا ہے، تب اس کے خلاف محدود طاقت کے استعمال کی اجازت دیتا ہے، اس میں خیر کی دعوت، اور شر کو روکنے کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ سماج میں خیر بڑھے اور شر کم ہو، لیکن جس معاشرہ سے دین ومذہب کی یہ بالادستی ختم ہوجاتی ہے اور یہ تمام اخلاقی بندشیں اٹھ جاتی ہیں تو اس معاشرہ کا رخ، شر وفساد، ہلاکت وتباہی اور برائیوں کیطرف ہوجاتا ہے پھر اس معاشرہ کے افراد کو نہ دینی واخلاقی تعلیمات کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی بندشوں کا کوئی پاس ولحاظ ہوتا ہے بلکہ وہاں رفتہ رفتہ محرمات وممنوعات کے ارتکاب کو جائز ومباح خیال کیا جانے لگتا ہے۔ نتیجتاً اس معاشرہ میں نت نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور طرح طرح کی مشکلات کا ظہور ہوتا ہے اگر کسی مسئلہ کا حل تلاش بھی کرلیا جاتا ہے تو صرف عارضی اور وقتی ہی ثابت ہوتا ہے اور بسا اوقات مسائل کا یہ حل زہریلی جڑی بوٹیوں کی طرح ایک نئی مشکل کا سبب بن جاتا ہے جن سے مختلف قسم کے امراض کا علاج بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات ان سے مختلف قسم کے امراض جنم لیتے ہیں اور وہ دوائے درد کے بجائے اضافۂ درد اور تریاق کے بجائے زہر ہلاہل کا کام انجام دیتی ہیں۔

اسلام کی آمد سے قبل انسانی معاشرہ کی کم و بیش یہی حالت تھی، طرح طرح کی مشکلات ان میں جنم لیتی تھیں ایک انسان دوسرے انسان کا دشمن اور اس کے خون کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ کسی کا مال ومتاع اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی، طاقتور باہم دست و گریباں تھے، معصوم جانیں ظالموں اور باغیوں کی بھڑکائی ہوئی آگ کا ایندھن بن رہی تھیں۔

Civilization past and present کے مصنفین نے بازنطینی سوسائٹی کے اس عجیب تضاد اور اخلاقی فساد تفریح طبع، اور پرتعیش زندگی کے عشق پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

”بازنطینیوں کی سماجی زندگی میں زبردست تضاد پایا جاتا تھا ایک طرف مذہبی کٹرپن ان کے ذہنوں میں گہرے طور پر پیوست ہوچلا تھا جس کی وجہ سے ترک دنیا اور رہبانیت، سلطنت کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی تھی اور معمولی درجہ کا شہری بھی مذہبی بحثوں میں گہری دلچسپی لیتا تھا دوسری طرف لوگوں کی روزمرہ کی زندگی میں کھیل تماشوں سے غیر معمولی دلچسپی پائی جاتی تھی، کھیلوں کے ایسے میدان تھے جن میں ۸۰ ہزار تماش بینوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی جہاں انسان انسان کے بیچ اور درندوں کے درمیان مقابلہ ہوتا تھا عوام کو ”نیلے“ اور ”ہرے“ دو گروہوں میں بانٹ دیا جاتا تھا، بازنطینیوں میں حسن پرستی بھی عام تھی اور ظلم وشقاوت کا غلبہ تھا، ان کے کھیل تماشے اکثر خونریز اور اذیت رساں ہوتے تھے، وہ سخت سزائیں دیتے تھے اور ان کے خواص کی زندگی عیش و موروثی جاگیر تھی اور نہ انہیں خاندان اور قوم کا غم تھا، نہ ان میں صنعت تھی نہ حرفت، نہ انہیں کسی قسم کی فکر دامنگیر تھی اور نہ ان کا کوئی پیشہ تھا، چغلی اور شرارت میں مستعد اور دروغ بیانی اور تہمت میں مشاق تھے یہی ان کا ذریعہ معاش تھا اور اسی کو وہ تحصیل مال وجاہ کا وسیلہ بناتے تھے۔“ (بحوالہ نبی رحمت ص: ۴۸)

قدیم معاشرہ کی یہ تصویر حقیقت میں ہر اس معاشرہ کی تصویر ہے جو صحیح دینی اصول وقوانین اور اخلاقی قدروں سے عاری ہوتا تھا، اور یہ ہر اس معاشرہ کا حال ہوگا جہاں دینی اقدار اور اخلاقی تعلیمات کا فقدان ہوگا، اس میں بدنظمی، انتشار اور طوائف الملوکی کے عناصر سر ابھاریں گے، وہاں انسان اور انسانی زندگی کی اصلاح وتعمیر کے بجائے، تخریب کاری اور فساد وبگاڑ کے مواقع فراہم ہوں گے، نئے نئے مسائل اور پریشانیاں پیدا ہوں گی، ایک مسئلہ حل ہوگا بھی نہیں تو دوسرا اس سے زیادہ سنگین مسئلہ سامنے آجائے گا۔

دنیا کی موجودہ صورت حال کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ تہذیب وتمدن کے وسائل اور عروج وارتقاء کے اسباب کی فراہمی کے باوجود اس کی حالت زمانۂ جاہلیت سے مختلف نہیں، آج اسلام واسلامی تعلیمات کو نافذ کرنے والوں اور انسانی زندگی کو خدائی احکام وقوانین کے مطابق بنانے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف جو جنگ چھیڑی جارہی ہے اس کے اثرات خود انسانیت کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوں گے، اس لئے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو اپنی اصلی وضع سے بہت قریب ہے اور تحریف اور مذہب کے دعویداروں کی اجارہ داری اور تصرف سے محفوظ ہے اس میں خیر وشر کے معیار محفوظ ہیں اور ایسے افراد موجود ہیں جو ان پر عامل ہیں، معاشرہ میں ان عناصر اور ان قدروں کی گرفت اگر کمزور ہوئی تو انسانیت اسی عمیق خندق میں جاگرے گی جس سے اسلام نے اسے بچایا تھا، اور یہ معاشرہ ایک جنگلی معاشرہ کی شکل اختیار

کر جائے گا، اس وقت اور خاص طور سے اسلام کے خلاف جو تحریک یورپ سے سرگرمی کے ساتھ جاری ہے اور اخلاقی قدروں سے بغاوت اور خیر وشر کے درمیان تمیز کی مخالفت جس قوت سے کی جاری ہے وہ انسانیت کے مستقبل کیلئے خطرناک ہی نہیں بلکہ خودکشی کے مرادف ہے۔

تہذیب وتمدن محض علوم وفنون اور چند مخصوص افکار ونظریات کا نام نہیں، تہذیب وتمدن کا اطلاق ایک مربوط نظام حیات اور جامع وہمہ گیر فلسفۂ زندگی پر ہوتا ہے، جن کی بنیاد چند اصولوں پر ہوتی ہے، مہذب اور غیر مہذب کے درمیان فرق صرف یہی ہے کہ مہذب شخص کے پاس زندگی بسر کرنے کے اصول وضوابط اور ایک خاص ضابطہ حیات ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے مراحل زندگی طے کرتا ہے، رہا غیر مہذب تو وہ اس دستور حیات سے عاری اور ان اصول وقوانین سے محروم ہوتا ہے وہ خواہشات نفس کا غلام ہوتا ہے، موجودہ تمدن کا رجحان دین واخلاق سے آزاد ہونے کی دعوت پر قائم ہے اس سے انسان کے اندر نفسانی خواہشات، آوارگی اور بے حیائی کے جذبات ابھر سکتے ہیں اور ان میں مزید شدت پیدا ہوسکتی ہے۔ اس طرح موجودہ تمدن حیوانی زندگی کی شکل اختیار کرلے گا۔ اس تمدن کے قبول کرنے والے اور اس سے متاثر ہونے والوں کی زندگی، درندوں، بھیڑیوں اور جنگلی جانوروں سے ذرا بھی مختلف نہیں ہوگی بلکہ ایک عربی شاعر کے مطابق انسان خوبصورت لباس پہننے والے بھیڑیوں کی مانند ہوجائے گا۔

یوروپین معاشرہ اخلاقی اقدار و روایات دینی اصول واحکامات کے نہ ہونے کی وجہ سے فساد و بگاڑ، اخلاقی انارکی وابتری کی انتہا کو پہونچ گیا ہے اس کے نظام حیات کا شیرازہ پورے طور سے بکھر چکا ہے وہاں کے اہل فکر ودانش جو انسانوں کا دل اور احساس رکھتے ہیں اس کا شدت کے ساتھ احساس کرنے لگے ہیں یورپ ہی سے شائع ہونے والی کتاب ''مغرب کی موت'' (The Death of the west Patrick-J. Buchanan) میں اس کا کھلے طور پر اظہار کیا گیا ہے، پیٹرک 'ج' بوکنان جیسے فلاسفہ نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ یوروپ میں بہت جلد معاشرہ کا تصور ہی ختم ہوجائے گا۔ مغربی تہذیب وتمدن کے ایک مبصر کا بیان ہے کہ یوروپ میں تہذیب وتمدن کے ارتقاء کی تمام راہیں مسدود ہوچکی ہیں۔ یہ کوئی قابل تعجب انکشاف نہیں، ہر ایک اس سے واقف ہے اس لئے یوروپ میں قتل وغارت گری، ظلم وزیادتی، عزت وآبرو کی پامالی، خودکشی کے واقعات اور مختلف قسم کے جرائم کا گراف دن بدن بڑھتا جارہا ہے یہ صورت حال محض ان پسماندہ شہروں کی نہیں جہاں تہذیب وتمدن اور علم کی شعاعیں نہیں پہونچیں بلکہ متمدن اور ترقی یافتہ شہروں کی مثلاً ماسکو، نیویارک، واشنگٹن، لندن، برلن، پیرس اور اٹلی، اسپین ویونان کے اکثر متمدن شہروں کا کم وبیش یہی حال ہے۔

بعض شہروں میں چوروں اور ڈاکوؤں کے ڈر سے سورج ڈھلتے ہی گھر کے دروازے بند کرلئے جاتے ہیں، مسافروں اور راہگیروں کو ہمہ وقت اپنی جان ومال کا خطرہ دامن گیر رہتا ہے، ان متمدن ملکوں کی نقل کرنے کی وجہ سے مشرق کے کمزور وپسماندہ ممالک کی حالت اور زیادہ سنگین وقابل تشویش ہوتی جارہی ہے، کمزوروں اور ضرورت مندوں کا استحصال اور جرائم کے گراف میں اضافہ کا باعث اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان متمدن ممالک کے مافیا اور جرائم پیشہ افراد دیگر مختلف ممالک کے مجرموں اور تشدد پسندوں کو اسلحے اور ٹکنگ فراہم کرتے ہیں، معصوموں اور بے گناہوں کو ارتکاب جرم پر مجبور ہی نہیں بلکہ اس سلسلہ میں ان کی بھرپور رہنمائی کی جارہی ہے، اس میں مغربی میڈیا اہم رول ادا کررہا ہے، پوری دنیا میں دہشت گردی، خوف وہراس کا ماحول بنانے اور فساد وبگاڑ کی آماجگاہ بنانے والا یوروپ کے علاوہ اور کوئی نہیں، غیر قانونی اسلحے کی سپلائی اور ٹریننگ کے مراکز یوروپ اور امریکہ ہیں، جو ظاہر میں تشدد اور دہشت گردی کے خلاف مہم چلا رہے ہیں، یوروپ ہی سے شائع ہونے والی رپورٹیں اس کی توثیق کررہی ہیں۔

یوروپ میں انسان دوستی، حسن سلوک اور شریفانہ جذبات واخلاق کا نام ونشاں نہیں، وہ نہایت قوت اور شدومد کے ساتھ موجودہ دنیا کا نقشہ تبدیل کرنے پر اپنی تمام تر توجہات اور اسباب ووسائل صرف کررہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ دین واخلاق کا تصور ہی ذہنوں سے نکل جائے اس کیلئے کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کئے جارہے ہیں، اور اس کی تربیت کا نظام قائم کیا جارہا ہے۔

یوروپ اور امریکہ کی مصنوعات اور وہاں کی کمپنیوں سے گذر اوقات کرنے والے ممالک کے فرمانرواؤں کو ایسے احکامات صادر کئے جارہے ہیں جن سے اسلامی تہذیب وتمدن، اخلاقی اقدار و روایات اور دینی فلسفہ حیات کا خاتمہ ہوسکے، اگر اس مہلک اور اخلاق وکردار کی تخریب کاری کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا تو اس وقت دنیا کا نقشہ وہی ہوگا جو زمانہ جاہلیت میں تھا اور انسانیت ایک تاریک ترین دور میں زندگی گذارنے پر مجبور ہوگی۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات إلی النور و الذین کفروا أولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور إلی الظلمات، أولئك أصحاب النار ھم فیھا خالدون" (البقرہ: ۲۵)

(ترجمانی: محمد خالد باندوی، علیا اولی ادب)

چراغ راہ

قرآن فہمی کا مختصر راستہ

سید عبداللہ حسنی ندوی

کچھ عرصہ ہوا عالم عربی کے ایک مشہور اور ممتاز عالم ومحقق ہندوستان کے دورے سے جب واپس گئے تو انہوں نے ہندوستان کے عجائبات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہاں سب سے عجیب و غریب بات ہم نے یہ دیکھی کہ قرآن کی تشریح وتفسیر اور اس کا ترجمہ ایک ایسے صاحب کررہے تھے جو عربی زبان سے بالکل نابلد تھے۔ یہ عجیب وغریب بات جو پہلے نادر تھی اب عام ہوگئی ہے۔ ہر کس و ناکس قرآن مجید کا درس دینا اور اس کی آیات کی تشریح کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ یہ بات یہیں تک نہیں رہتی بلکہ ایسے لوگ فتوے بھی صادر کرنے لگتے ہیں۔ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر انتہائی اختصار کے ساتھ چند بنیادی باتیں کہہ دی ہیں۔ امید ہے ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمہ"

حدیث آپ کے سامنے پیش کی گئی جو آپ نے سنی ہوگی اور بہت سے طلباء کو یاد بھی ہوگی، بہت سی عبارتیں، بہت سے جملے زبان پر ہوتے ہیں لیکن اس کی اہمیت اور معنویت آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے حالانکہ ان کے اندر پورا پیغام ہوتا ہے پوری بات ہوتی ہے، ایسے ہی یہ حدیث غیر معمولی حدیثوں میں سے ہے جس میں پورا پیغام ہے اس کا سیدھا سادھا ترجمہ اور عام مفہوم ہر طالب علم جانتا ہے جس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ تم میں بہتر، افضل اور اعلیٰ وہ شخص ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے، سیکھے اور سکھائے، اس کی تعلیم دے اور اس کی تعلیم لے، اس کے علوم حاصل کرے، اور اس کی نشر واشاعت کرے وہ سب سے افضل اور بہتر ہے، اس طرح یہ شوق ہر شخص میں پیدا کردیا گیا کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اچھا بنے اور اگر اس کے اندر یہ خواہش نہیں ہے تو اس میں کمی ہے، آدمی میں اچھا بننے کی خواہش ہونی چاہئے غرض یہاں یہ بتایا گیا کہ تم میں سب سے افضل، بہتر اور اچھا وہ آدمی ہے جو اپنے رشتے کو قرآن مجید سے استوار کرے اور قرآن مجید اللہ نے آسان کر کے ہم کو عطا فرمایا ہے ورنہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے اور ہماری زبان گندی، دل گندہ اور ہمارا دماغ گندہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ قرآن مجید کا ایک لفظ ہماری زبان سے ادا ہی نہ ہوتا اس لئے کہ وہ پاک کلام ہے اور ہماری زبان ناپاک ہے اور ناپاک کا پاک سے جوڑ کہیں نہیں ہوسکتا، مگر معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا رحیم وکریم ہے کہ اس نے ناپاک کے لئے اس کو پاکی کا ذریعہ بنایا ہے۔ زمین ناپاک ہوتی ہے تو دھودی جاتی ہے وہ پاک ہوجاتی ہے کپڑا ناپاک ہوتا ہے تو دھویا جاتا ہے وہ پاک ہوجاتا ہے ایسے ہی آپ کی زبان ناپاک ہے ہماری زبان ناپاک ہے اگر قرآن سے اس کا رشتہ ہم جوڑ لینگے جتنا جوڑتے جائینگے اتنی ہی پاک ہوتی چلی جائے گی، اور جب رشتہ قرآن مجید سے بہت زیادہ قوی ہوجائیگا تو بالکل پاک ہوجائیگی، اور اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلنے لگیں گے جو لوگوں کو قرآن سے جوڑنے لگیں گے لیکن اپنی زبان کو پاک کرنا پڑیگا۔ پہلے زبان پاک ہوگی پھر دماغ پاک ہوگا پھر دل پاک ہوگا پھر آدمی سراپا پاک ہوجائے گا اور اس طرح دنیا سے پاک ہوکر جائیگا، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے، اس کا کرم ہے جو اللہ نے ہم پر کیا اور اس کو سمجھنا بھی چاہئے قرآن مجید کی دولت اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی ہے اس کی جتنی زیادہ ہم قدر کرینگے اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مقرب بناتا چلا جائیگا، ذرا بھی آدمی غور کرے تو حیرت میں ڈوب جائے، اللہ نے کیسی کتاب ہم کو عطا فرمائی، بہت سی کتابیں دی گئیں صحیفے نازل کئے گئے لیکن کوئی باقی نہ رہا یہی ایک کتاب ہے جو باقی ہے اسلئے کہ اللہ نے اس کے باقی رکھنے کا ذمہ لے لیا تھا خود فرمایا ہے۔

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ﴿إنا نحن نزلنا الذکر و إنا له لحافظون﴾ ترجمہ: ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے کہا کہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے وہ اس کی حفاظت کرسکے پچھلی امتوں پر تجربہ کیا جاچکا ہے، تورات دی گئی، انجیل دی گئی، زبور دی گئی اور صحف ابراہیم آئے اور صحف موسیٰ آئے اور زبر الاولین، یہ سارے کے سارے صحیفے آئے، اور انسانوں کے سپرد کردیئے گئے کہ تم اس کی حفاظت کرو لیکن کوئی نہ کرپایا، آج کوئی کتاب دنیا میں ایسی باقی نہیں ہے جو محرف نہ ہو، صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو باقی ہے اور باقی رہیگی جب وہ باقی نہیں رہیگی تو ہم باقی نہیں رہینگے، اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رشتہ ہمارا قرآن سے رہیگا تو ہم باقی رہیں گے اور اگر خدانخواستہ ہمارا رشتہ قرآن سے ٹوٹا تو ہماری موت ہوجائیگی، اور انفرادی طور پر

یہ حادثہ پیش آتا رہتا ہے، جس مسلمان کا رشتہ قرآن سے ٹوٹ جاتا ہے وہ اللہ سے چھوٹ جاتا ہے اور جب من حیث القوم رشتہ ٹوٹ جائیگا تو بالکل دنیا سے ان کو مٹا دیا جائیگا، نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے آخر میں قرآن مجید کے حروف اٹھالئے جائیں گے، کورا کاغذ رہ جائے گا اس وقت قیامت آجائے گی، جب تک قرآن باقی ہے لوگ باقی ہیں اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ باقی رہیں اور باقی رہنے کے ساتھ ترقی کرتے رہیں اور بام عروج پر پہنچتے رہیں۔ نئی نسل کی اور پوری انسانیت کی رہنمائی کرتے رہیں تو اپنے رشتے کو قرآن سے جوڑنا پڑے گا۔

قرآن فہمی کا مختصر راستہ:

ابھی چند ماہ پہلے ہمارے دارالعلوم میں ایک سکھ بھائی آئے، کسی نے ان کو ہمارا نام بتا دیا وہ پولیٹکل سائنس میں پی ایچ ڈی تھے۔ انبالہ کے رہنے والے ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا کہ مجھے قرآن پر ایک لکچر دینا ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے جو بات کہی وہ بڑی سمجھ کی اور پتہ کی بات تھی جو بہت پسند آئی۔ انہوں نے کہا اس لکچر کی تیاری کے لئے میرے ذہن میں دو صورتیں ہیں (۱) ایک تو یہ ہے کہ میں مطالعہ کروں، مطالعہ کرنے میں بڑا لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ کتنا مطالعہ کروں، کن کتابوں کا مطالعہ کروں اور پھر صحیح جگہ پر پہنچ پاؤں یا نہ پہونچ پاؤں یہ محل نظر ہے (۲) دوسری صورت جو زیادہ آسان معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ جو قرآن کا ماہر ہو اس سے سوالات کر لئے جائیں۔ جو محفوظ بھی ہے، شارٹ کٹ بھی ہے اور قابل اعتبار بھی۔ اس لئے میں نے اسی صورت کو اختیار کیا اس کے لئے یہ معلوم کیا کہ قرآن کا واقف کون ہے، بتایا گیا کہ ندوہ میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اس کے ماہر ہیں اس لئے یہاں آگیا۔ پھر انہوں نے سوالات کئے، کتنے ایسے مسلمان ہیں جو بظاہر پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں اور اسی زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ پڑھے لکھے ہیں اس لئے انھوں نے طویل راستہ اختیار کیا اس طرح وہ خود انحراف کا شکار ہو گئے، نہ جانے کتنے لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اپنے مطالعہ اور اپنی عقل پر بھروسہ کیا اور چند کتابوں کو پڑھنے کے بعد دعوائے ہمہ دانی شروع کر دیا حالانکہ نہ عربی زبان سے واقف ہوئے نہ علوم قرآنی سے واقف ہوئے بلکہ اس کی ابجد سے بھی واقف نہیں لیکن اپنے کو بہت بڑا عالم تصور کرنے لگے، یہ ایسا جہل مرکب ہے جس میں جب آدمی مبتلا ہو جاتا ہے تو سوائے گمراہی اور بے راہ روی کے اس کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ غیر مسلم ہوتے ہوئے انہوں نے بڑی کام کی بات کہی، اس وقت وہاں پرندہ کے کچھ طلباء بیٹھے ہوئے تھے ہم نے ان سے ایک بات کہی، دیکھئے یہاں پر بہت سے طلباء بیٹھے ہوئے ہیں اگر میں ان سے پوچھوں ان میں سے کتنے حافظ ہیں تو کئی ان میں سے ہوں گے جو کہیں گے کہ میں حافظ ہوں اور ہمارے دارالعلوم میں خود ہزار حافظ ہوں گے اور لکھنؤ میں دس ہزار حافظ ہوں گے اور یہ میں احتیاط سے کہہ رہا ہوں اور پورے ہندوستان میں پچاس لاکھ حافظ ہوں گے۔ ہم نے کہا بتائیے آپ کی کتاب گرنتھ صاحب کا کوئی حافظ ہے، کہنے لگے نہیں، ہم نے کہا پھر آپ کو اعتماد ہے کہ اس میں گھٹایا بڑھایا نہیں گیا ہوگا، کہنے لگے بالکل نہیں، ہم نے کہا بس یہی فرق ہے کہ قرآن مجید کے اتنے حافظ ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا علامۂ وقت بھی اگر قرآن مجید غلط پڑھے گا تو چھوٹا سا بچہ اس کو ٹوک دے گا، اس لئے قرآن مجید میں کبھی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک بات اور یاد رکھیں کہ اگر اس کی معانی میں کوئی غلط بیان کرے گا تو ہمارے علماء اتنے پھیلے ہوئے ہیں کہ پیچھے سے کوئی معمولی مولوی ٹوک دے گا میاں صاحب مسٹر صاحب اب کی غلطی کرنے جارہے ہیں یہ قرآن آپ جو سمجھ رہے ہیں غلط سمجھ رہے ہیں ایسا نہیں ہے قرآن کے یہ معنی نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ یہ معنی ہیں۔

جس طرح قرآن مجید کا حفظ باقی ہے اسی طرح اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے والے بھی باقی ہیں اور رہیں گے، اور یہ جو آیت پڑھی کہ ''ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ صرف حروف باقی رہیں گے ایسا بالکل نہیں ہے اگر کوئی شخص ہو جس کا دشمن پیچھا کر رہے ہوں اور وہ بھاگ رہا ہو، اتنے میں ذمہ دار افسر اس سے کہے کہ تم اب محفوظ ہو تم کو کوئی کچھ نہیں کر سکتا تو اس کا کیا مطلب ہوگا وہ آپ خود سمجھ لیجئے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کو کال کوٹھری میں بند کر کے تالا لگا دیا جائے، اس کا مطلب ہر آدمی سمجھتا ہے کہ کھانے کے وقت کھانا دیا جائے گا، روشنی اور ہوا کی ضرورت ہوگی پوری کی جائے گی، دوا کی ضرورت ہوگی دوا دی جائے گی، غرضیکہ جس جس چیز کی اس کو ضرورت ہوگی وہ مہیا کی جائے گی یہ عام بات ہے ایسے ہی جب یہ کہا گیا کہ ہم ہی قرآن مجید کی حفاظت کرنے والے ہیں تو اس کا مطلب تنہا یہ تو نہیں ہوا کہ قرآن مجید کے حروف باقی رہیں گے اور جزدان میں تہہ کر کے طاقوں پر رکھا جائے گا، جی نہیں اس کے علماء رہیں گے عمل کرنے والے، اس کی نشر و اشاعت کرنے والے، اس کے صحیح معانی بیان کرنے والے، غلط معانی بیان کرنے والوں کو ٹوکنے والے اور ان کی صحیح رہنمائی کرنے والے قیامت تک باقی رہیں گے اسی طرح قرآن مجید باقی رہے گا، ورنہ قرآن کیسے باقی رہے گا تو آپ سے بھی کہا جارہا ہے کہ خیرکم من تعلم القران و علمه تم میں سب سے اعلیٰ و افضل وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے اب حروف شناسی کی تعلیم دینے والوں اور ابتدائی تعلیم

دینے والوں میں سب سے بہتر سب سے افضل وہ ہے جو قرآن مجید کے حروف سکھا رہا ہے اور سیکھ رہا ہے اور علم حاصل کرنے والوں میں سب سے اعلیٰ وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے، اور سکھانے والوں میں سب سے اعلیٰ ترین وہ انسان ہے جو قرآن کی تعلیم دے، اسی طرح قرآن کے علوم کو سکھانے والا قرآن کے علوم کی نشر و اشاعت کرنے والا، دوسروں کے علوم و فنون کو سیکھنے والوں اور نشر و اشاعت کرنے والوں سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہوگا، اس طرح قرآن مجید سے تعلق رکھنے والا طبقہ تمام طبقوں میں سب سے اعلیٰ ہوگا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارا اور آپ کا انتخاب کیا ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنے رشتہ کو قائم اور استوار کریں اسی طرح اپنی بقاء کا اور استحکام کا سامان فراہم کریں قرآن ہماری بقاء کا ذریعہ ہے قرآن میں ایسے لوگوں کی بڑی مذمت ہے جو قرآن مجید کو پس پشت ڈالتے ہیں اور قرآن کو چھوڑ دیتے ہیں ایسے لوگوں کو بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس لئے کہ

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

تو انبیاء کرام کو جو معجزے دیئے گئے تھے ان معجزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ قرآن کی صورت میں دیا ہے اگر اس سے ہمارا تعلق قائم ہو جائے گا اور اس ہمارا رشتہ مضبوط ہو جائے گا تو ہماری بقاء کا، ہماری نجات کا، عزت کا یہی ضامن ہوگا۔

قرآن کی بے ادبی اور اس کے مضر اثرات

تو میرے بھائیو! اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنے رشتے کو مضبوط کریں بلکہ مضبوط سے مضبوط تر کریں، ایسا نہ ہو کہ قرآن کی بے ادبی کسی اعتبار سے ہو جائے، اس کی بے ادبی کے بہت سے درجے ہیں ظاہری تو یہ ہے کہ اس کو بے وضو چھوئے یہ ظاہری بے ادبی ہے اور دوسرے یہ کہ اس کا غلط استعمال کرے قرآن مجید کو پیسہ کمانے کا ذریعہ بنائے یہ بھی اس کے ساتھ بے ادبی ہے پھر اس کی غلط تشریح کرے جو اس کے ذہن و دماغ میں آرہا ہے اس کو اصل سمجھ کر قرآن مجید کو اس کا تابع بنا دے، قرآن کبھی تابع نہیں ہو سکتا قرآن اصل ہے ہم سب اس کے تابع ہیں جہاں قرآن لے جائے وہاں جانا ہے، ایسا نہیں جو ہم طے کر لیں وہاں قرآن کو لے جانا ہے، بہت سے لوگ یہ کرتے ہیں کہ پہلے سے ایک نظریہ طے کر لیتے ہیں، ایک اصول طے کر لیتے ہیں، اپنا ایک ذہن بنا لیتے ہیں پھر اس کے مطابق قرآن مجید کے آیات کو ڈھالتے ہیں یہ قرآن کی بے ادبی ہے آپ قرآن کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر جائیں اور جا کر کہیں کہ ہماری جھولی میں کچھ ڈال دیں اگر قرآن کچھ ڈال دے تو ٹھیک ہے پھر وہ صحیح ہوگا ورنہ قرآن مجید تو عجیب و غریب ہے اگر ادب کریں گے تو یرفع به اقواما تو قرآن اٹھا دے گا، بے ادبی کریں گے تو یضع به آخرین تو نیچے گرا دے گا۔ قرآن اٹھاتا بھی ہے، بٹھاتا اور گراتا بھی ہے، قرآن عزت بھی دیتا ہے اور ذلیل و رسوا بھی کر دیتا ہے، ذلت میں بھی مبتلا کرتا ہے قرآن مجید سے نجات بھی حاصل ہوتی ہے اور قرآن مجید جہنم میں بھی لے جاتا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جو ادب کے ساتھ آئے گا اس بارگاہ قدس میں، تو اس کو تو ملے گا اور جو بے ادبی کے ساتھ آئے گا، قرآن کو بھی عام کلام کی طرح سمجھے گا جس طرح انسانوں کا کلام ہوتا ہے اس طرح اس کلام کو بھی سمجھے گا تو ظاہر ہے یہ اس کو گرا دے گا، ایک مثال سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ بجلی کا کرنٹ ہے جو وائر میں دوڑا ہوا ہے اس میں دونوں صلاحیتیں ہیں ایک تو یہ صلاحیت ہے کہ اس سے آپ راڈ جلا لیں، کمرے کو روشن کر کے منور کر لیں یہ بھی اس وائر کا کام ہے لیکن اس کے ننگے وائر کو آپ ہاتھ لگا دیں تو آپ کو موت کے گھاٹ اتار دے گا، آپ ایک ہی جھٹکے میں دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، قرآن کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اللہ نے اس کو حروف کے تاروں میں رکھ دیا ہے، حروف کا گویا کہ جامہ پہنا دیا ہے جس کی وجہ سے ہم اس کو چھو لیتے ہیں اور جو اس کو صحیح طریقے سے چھوتا ہے، اس کا علم حاصل کرنے کے بعد ہاتھ لگاتا ہے اس کا میکانک بن جاتا ہے کہ یہاں سے کاٹ کر تار جوڑا جائے کہ آواز جانے لگے اور راڈ کی روشنی ہونے لگے تو صحیح رہے گا اور جو اناڑی ہوگا کچھ پتہ نہیں کہاں سے جوڑا جائے، کون سا فیس کہاں پر ہے کس پاور کی لائن ہے۔ تو وہ اپنے کو ہلاک کرے گا جہاں کرنٹ لگا، دور جا کر گرے گا، لوگ قرآن مجید کو جانتے نہیں عربی سے ناواقف اور قرآنی علوم سے واقف نہیں، اناڑی ہوتے ہیں اور قرآن پر رائے زنی کرنے لگتے ہیں وہ ایسے ہی دور گرے ہوئے نظر آتے ہیں، کوئی ادھر تڑپ رہا ہے کوئی ادھر تڑپ رہا ہے لیکن جو میکانک بن جاتا ہے وہ قرآن مجید سے تار ایسے جوڑتا ہے کہ چمک جاتا ہے اور جہاں جاتا ہے اس سے روشنی پھیل جاتی ہے، پورا علاقہ منور ہو جاتا ہے، اس لئے قرآن مجید کے اس تعلق کو آپ استوار کریں اور صحیح میکانک بنیں، اس لئے کہ اگر دوکان پر رہے لیکن سیکھے نہیں تو بھی اناڑی رہتا ہے اور وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے لوگ سمجھتے ہیں سیکھا ہوا ہے، ہوتا اناڑی ہے، اس کے لئے رسوخ بھی حاصل کرنا پڑے گا، علم صرف حروف شناسی کا نام نہیں ہے، علم کیلئے کچھ اوصاف چاہئیں، اسی لئے قرآن و حدیث میں کم سے کم پانچ اوصاف علم کیلئے ضروری قرار دے گئے ہیں اس کے بغیر عالم نہیں کہلا سکتا۔ عالم ہو، اس کے اندر خشیت ہو، خشوع ہو، تقویٰ ہو، یقین ہو اور عمل ہو یہ پانچ

بقیہ صفحہ ۲۵ پر

فقہ وفتاویٰ

قربانی کے مسائل

ادارہ

☆ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا اس کے خریدنے بھر کی قیمت ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے تو چاہے اس پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی واجب ہے۔ (اگر کوئی مقروض ہے تو قرض کی رقم نکالنے کے بعد اتنی رقم بچتی ہو)

☆ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔

☆ مسافر پر قربانی واجب نہیں لیکن قربانی کے اوقات میں سفر سے واپسی ہوگئی یا کہیں پندرہ روزہ قیام کی نیت کرلی تو قربانی واجب ہوگئی۔

☆ ۱۰ر ذوالحجہ کی بقرعید کی نماز کے بعد سے ۱۲ر ذی الحجہ کی مغرب سے پہلے تک قربانی کرنا درست ہے۔ (دیہات میں فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی درست ہے۔قصبات کا شمار دیہات میں نہ ہوگا۔)

☆ بکرا، بکری، بھیڑ نر یا مادہ کم سے کم ایک سال کا ہو، بھینس وغیرہ دو سال اور اونٹ پانچ سال سے کم کے نہ ہوں۔ خصی یعنی بدھیا جانور کی قربانی بھی درست ہے۔

☆ جنگلی جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

☆ قربانی کا جانور صحیح سالم اور تندرست ہونا چاہئے۔

☆ بے دانت یا بے کان کے جانور کی قربانی درست نہیں، اسی طرح اگر سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اندھے کانے یا نصف یا اس سے زیادہ کن کٹے یا نصف یا نصف سے زیادہ دم کٹے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔

☆ بڑے جانور بھینس بیل، اونٹ وغیرہ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں تو درست ہے مگر ساتوں آدمی برابر کے حصہ دار ہوں کم وبیش حصہ نہ ہو۔

☆ بڑے جانوروں میں اگر سات سے کم جیسے چھ یا پانچ حصہ دار ہوں تب بھی درست ہے ایک ہی حصہ رہے تب بھی درست ہے۔

☆ قربانی کا گوشت خود کھائے، رشتہ داروں کو کھلائے اور محتاجوں کو کھلائے بہتر ہے کہ ایک تہائی فقراء میں تقسیم کرے لیکن اگر کم خیرات کرے تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔

☆ قربانی کی منت مانی تھی کام پورا ہوگیا اور قربانی کی تو یہ گوشت کل کا کل محتاجوں کا حق ہے اس میں سے خود نہ کھائے۔

☆ کسی نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال سے قربانی کی جائے، پھر اس کے مال سے قربانی کی گئی یہ گوشت بھی محتاجوں کا حق ہے۔

☆ کسی مردہ شخص کو ثواب پہونچانے کیلئے قربانی کی تو اس میں سے خود کھانا، دوسروں کو کھلانا سب درست ہے۔

☆ قربانی کی کھال خیرات کردیں یا اس سے کوئی استعمال کی چیز جیسے چھلنی، ڈول وغیرہ بنوالیں دونوں درست ہیں۔

☆ قربانی کی کھال اگر فروخت کردیں تو قیمت کا خیرات کرنا ضروری ہے، کھال کی قیمت کے وہی مستحق ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔

☆ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا ذبح نہ کرسکتا ہو، تو دوسرے سے ذبح کرا سکتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ ذبح کے وقت خود کھڑے رہیں، عورت کی اگر بے پردگی ہو تو اس کے نہ کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ قربانی کرتے وقت..... زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری ہے، دل میں قربانی کی نیت ہے: اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردیا تو قربانی ہوگئی۔

قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹادے تو پہلے یہ دعا پڑھے:

"إني وجهت وجهي للذي فطر السموت والأرض حنيفا و ما أنا من المشركين. إن صلوتي و نسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لاشريك له وبذالك امرت و انا من المسلمين. اللهم منك ولك پھر بسم الله الله اكبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللهم تقبلة منی (اگر دوسرے کی طرف سے کررہا ہے تو منی کے بجائے من کہہ کر اس کا نام لے۔ کئی ہوں تو سب کے نام لے)

كما تقبلت من حبيبك محمد و خليلك ابراهيم عليهما الصلوٰة والسلام.

اگر کوئی مالدار جس پر قربانی فرض ہے قربانی کیلئے ایک جانور خریدے اور پھر وہ عیب دار ہوجائے تو اس کو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ہوگی اور اگر کوئی غریب (یعنی جس پر قربانی فرض نہیں ہے) قربانی کیلئے کوئی جانور خریدے اور وہ عیب دار ہوجائے تو وہ اسی جانور کی قربانی کرے دوسرے بے عیب جانور خریدنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قریہ صغیرہ جہاں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں ہے وہاں قبل نماز (عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے) قربانی کرنا درست ہے اور قریہ کبیرہ اور امصار جہاں جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے وہاں قربانی عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد ہوگی اس سے پہلے ممنوع ہے۔

اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کرے اور اگر مردہ نکلے تو اسے استعمال میں نہیں لاسکتے ہیں فان خرج من بطنها حيا فالعامة أنه يفعل به مايفعل بالأم شامی ۲۸۱

قربانی سے پہلے جانور جس کو قربانی کیلئے متعین کردیا گیا ہو اس کے دودھ یا اس کے بال کا استعمال کرنا درست نہیں بلکہ صدقہ کردینا لازم ہے، ہاں قربانی کے بعد اس کے بالوں اور تھنوں سے نکلے ہوئے دودھ کو استعمال کرنا درست ہے کیونکہ جس طرح سے اس کے گوشت کو استعمال کرسکتے ہیں اسی طرح سے اس کے بال اور دودھ کو استعمال کرسکتے ہیں۔

بکرا یا بکری ایک برس سے کم ہو، تو قربانی درست نہیں البتہ مینڈھا یا دنبہ آٹھ دس ماہ کا بھی ہو بشرطیکہ اتنا تندرست ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے۔

بھینس یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اپنے متعلقین ہوں یا غیر متعلقین اگر اپنے بھائی وغیرہ ایک گھر کے رہنے والے ہیں تو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جب وہ آپس میں تقسیم کریں گے تو پھر وزن کرنا ہوگا اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں اس کے بعد اختیار ہے چاہے خود کھائیں یا دوسروں کو کھلائیں، بہتر طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرکے ایک اپنے لئے رکھے ایک احباب کو تقسیم کردے اور ایک فقراء کو تقسیم کردے۔

کافر کو قربانی کا اور عقیقہ کا گوشت دینا درست ہے۔ ہاں اگر فقیر قربانی کرنے کی نیت سے جانور خرید لے یا قربانی کرنے کی نذر مان لے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ ۴۴۴ عالمگیری

عید الأضحی کی نماز

نیت (زبان سے کہے یا صرف دل میں خیال کرلے) نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز عید الاضحیٰ واجب مع زائد چھ تکبیرات کے پیچھے امام کے اللہ اکبر۔

جس طرح امام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح پڑھی جائے گی، صرف فرق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں نیت اور ثناء کے بعد امام تین تکبیریں کہے گا مقتدی بھی تین تکبیریں اس طرح کہیں کہ پہلی اور دوسری تکبیر میں ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری تکبیر میں ہاتھ باندھ لیں اور امام کی قرأت سنیں، دوسری رکعت میں قرأت کے بعد امام تین تکبیریں کہے گا مقتدی بھی یہ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں پھر چوتھی تکبیر پر رکوع کریں اور نماز پوری کریں۔ بعد نماز خطبہ بھی سنیں۔

آپ جانتے ہوں گے۔ ۹ر ذوالحجہ کو روزہ رکھنے کا بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر شروع چاند سے ۹ر ذوالحجہ تک برابر روزہ رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔ ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، ان بابرکت راتوں میں عبادت کا بڑا ثواب ہے لہٰذا ان راتوں میں عبادت ودعا کا اہتمام ہے۔

آزاد پبلیکشن

۳۷۔ آزاد پریس بلڈنگ نظیر آباد لکھنؤ

یسرنا القرآن سیپارے۔ حافظی قرآن مجید، اردو کی دینی کتابیں اور ہر طرح کی کاپیاں اور رجسٹر وغیرہ ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

مدارس، طلباء اور کتب فروشوں کو خاص رعایت

فون: 0522-2614685

9415580442

محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب حقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر پہلی کتاب

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحقؒ صاحب حقی

نقوش وتاثرات

ترتیب: محمد کاظم ندوی

قیمت: -/80 روپے

نوٹ: صرف مبلغ -/50 روپے کی۔ رسائی کے ذریعہ طلب کریں۔

ناشر: علی میاں اکادمی کاکوری لکھنؤ، ملنے کا پتہ: مکتبہ ایوب کاکوری لکھنؤ۔ ۲۲۷۱۰۷

عالم اسلام

قاعدہ بغدادی کے مکتب میں

سُپر پاور امریکہ: یا صِفر پاور؟

ابوالمعظم ندوی

دوسری عالمی جنگ عظیم کے بعد امریکہ پوری دنیا میں سُپر پاور کی حیثیت سے نمایاں ہوا۔ اس نے زندگی کے تمام میدانوں میں بھرپور مادی ترقی کی، یہاں تک کہ چاند پر اس نے کمندیں ڈال دیں، لیکن دوسری طرف جب اس نے طاقت کے نشہ میں دہت نام پر حملہ کردیا تو پہلی بار اس سپر پاور کو دن میں تارے نظر آنے لگے، نوبت اس حد تک پہونچ گئی کہ "بڑے بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے" کی تلخ حقیقت کا اس کو سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۷۳ء میں جب اس سپر پاور نے پیچھے مڑکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس جنگ میں اس کے ۵۸ ہزار فوجی ہلاک ہوئے، تین لاکھ چالیس ہزار زخمی اور ڈھائی ہزار فوجی لاپتہ ہوگئے۔ جبکہ ایک سو پچاس ارب ڈالر سے زائد کا خرچ ہے۔ اور اس کی ساکھ کو جو ناقابل تلافی نقصان ہوا وہ اس کے علاوہ تھا۔ جب ان تمام غیر معمولی نقصانات کی طرف امریکی رہنماؤں کی توجہ مبذول کرائی گئی تو سابق امریکی وزیر دفاع کا سپروائزر برگر اور امریکی سیاست کے گرو ہنری کیسنجر نے بڑی آسانی سے فرمادیا کہ "آئی ایم سوری"، ویتنام میں ہزیمت کے نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے جب ایک نامہ نگار نے افغانستان پر حملے کے متوقع برے نتائج سے ڈرایا تو اسی یہودی "دانشور" یا غبی وکند ذہن سابق امریکی وزیر خارجہ نے متکبرانہ انداز میں فرمایا کہ افغانستان کا معاملہ دوسرا ہے۔ یہی ردعمل اس بڑے دانشور نے اس وقت ظاہر کیا جب ان کو عراق پر حملے کے نتائج بد سے آگاہ کیا گیا۔ انہوں نے اور جنگ عراق کے آٹھ بڑے پہلوان مفکرین نے بیک زبان فرمایا کہ ہمارے تجربہ کار فوجیوں اور فنون جنگ کے ماہرین نے بڑی محنت سے عراق پر حملہ کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ ہم زیادہ سے زیادہ ۴۵ دن اور کم سے کم تیس دن کے اندر عراق پر قابض ہوجائیں گے اور ہمارا استقبال ہیروؤں کی طرح کیا جائے گا۔

ایک امریکی صحافی کی کتاب "حملے کی منصوبہ بندی" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی صدر کی ذاتی نگرانی میں رمسفیلڈ، کنڈولیزا رائس اور پنٹاگن کے فوجی ماہرین اور منصوبہ ساز دن رات عراق پر حملہ کے منصوبہ پر کام کررہے تھے ایک ایک جزئیہ کی تفصیلات طے کی جارہی تھیں۔ سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، تہذیبی اور مذہبی ہر پہلو کے ماہرین اس منصوبے میں اپنی رائے دے رہے تھے۔ تعلیم کے ماہرین عراق پر قبضہ کے بعد وہاں کیلئے ایسا نصاب و نظام تعلیم و تربیت تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے جو تعلیم گاہوں میں نافذ کیا جائیگا۔ مذہبی مبلغین بھی اپنے کو تبلیغی روح اور صلیبی جذبے سے تیار کررہے تھے۔ امریکی فوجیوں کو خالص مذہبی نقطۂ نظر سے تیار کیا جارہا تھا، بش نے براہ راست خود کئی بار خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے خدا نے مجھے عراق پر حملے کا حکم دیا ہے۔ وہائٹ ہاؤس میں اسی جذبے سے اخلاقی درس کے گھنٹے لگائے جاتے تھے، غرض کہ وزراء سے لے کر فوجی ذمہ دار ہر ایک کے اندر صلیبی جذبہ کارفرما تھا۔ دوسری طرف امریکی سپر پاور کے ہاتھ پاؤں اور دل دماغ سی آئی اے اور اس کے آنجہانی ڈائرکٹر جارج ٹینیٹ کئی کارٹن ڈالر بھر کر عراق کے مختلف قائدین کو خریدنے نکل کھڑے ہوئے، وہ سب سے پہلے کردوں کی سب سے بڑی طاقتور جماعت "انصار السنتہ" کے سربراہ سے ملے اور پچاس ملین ڈالر کی پیشکش کی اور صدام کے خلاف فوجی یورش میں ان سے تعاون کی اپیل کی مگر صدام کے زبردست مخالف ہونے کے باوجود انصار السنتہ کے سربراہ نے بڑی حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرادیا اور کہا کہ امریکہ کے اس مقصد میں ہم ساتھ ہیں کہ صدام کو معزول کردیا جائے لیکن ہم اپنی سرزمین پر امریکی استعمار کو کسی قیمت پر پسند نہیں کریں گے۔ جارج ٹینیٹ نے لکھا ہے کہ اس کے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ عراق پر حملے سے پہلے ہم امریکی شہنشاہ شکست کھا جائیں گے ہم اپنے تجربات کی بنا پر اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ دنیا کی ہر چیز امریکی ڈالر سے خریدی جاسکتی ہے پھر ہم نے اس جماعت کو نظر انداز کرکے دوسری کرد جماعتوں اور خود صدام کے معتمد اور مقرب اشخاص سے سلسلہ جنبانی شروع کردی۔ بالآخر صدام کے قریبی عزیز سفیان تکریتی سے بیس ملین ڈالر میں سودا طے ہوگیا اور یہ بات بھی کہ علامتی جنگ کے کچھ دنوں بعد عراقی فوج ہتھیار ڈال دے گی۔ اور یہی ہوا کہ بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے بغداد کو امریکی فوج کے حوالے کردیا گیا۔ پھر پوری دنیا میں یہ ڈگی پیٹ دی گئی کہ امریکی فوج کی اعلیٰ درجہ کی منصوبہ بندی اور بہترین اسلحہ اور اعلیٰ و ترقی یافتہ ٹیکنالوجی اور سیاسی

تدبر کی بدولت عراق پر قبضہ ہوگیا اس کے بعد دوسرے ملکوں کی باری ہے۔ لیکن جب عراقیوں کیطرف سے غیر متوقع طور پر مزاحمت ہونے لگی تو یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ صدام کی گرفتاری تک یہ مزاحمت ہے جیسے انہیں گرفتار کرلیا جائے گا مزاحمت دم توڑ دے گی۔ پھر جب صدام کو گرفتار کرنے کا ڈرامہ کھیلا گیا تو دوسری بار یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ صدام کی پارٹی کے لوگوں نے احتجاج کے طور پر امریکی اقدام کے خلاف حملے کئے ہیں۔ تیسرے مرحلے میں یہ بات کہی گئی کہ پڑوسی عرب ممالک کے مجاہدین لڑنے کیلئے آرہے ہیں کچھ عرصہ کے بعد یہ پروپیگنڈہ بھی بند ہوگیا پھر بڑی ذہانت سے ابو مصعب زرقاوی کا فرضی نام پنٹاگن نے ایجاد کیا، ایک سال تک اس فرضی نام کو مزاحمت پسندوں کا لیڈر قرار دیا جاتا رہا۔ امریکی صحافت نے آخر اعتراف کرلیا کہ اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ یہ صرف وزارت دفاع پنٹاگن کی ایجاد ہے۔ ہر روز ابومصعب زرقاوی کے بارے میں نئی خبر بنائی جاتی ہے، اس مقصد کیلئے لاکھوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔ پروپیگنڈے کے ماہرین کو گرانقدر معاوضہ دیا جاتا ہے، پھر ساری دنیا خصوصاً مشرق وسطیٰ میں ان خبروں کی اشاعت کی جاتی ہے اور ایسی خبریں شائع کرنے والے اخبارات و رسائل کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال فلوجہ پر نیپام بموں سے جب زبردست بمباری کی گئی تو اس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ زرقاوی اور اس کے حامیوں کے مراکز کا خاتمہ کردیا گیا لیکن جب اس بمباری کے باوجود امریکیوں کو فلوجہ میں زبردست جانی نقصانات ہوئے تو یہ کہا گیا کہ زرقاوی ابھی تک چھپا ہوا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکیوں نے عراق پر حملے کا منصوبہ بناتے وقت یہ بھی طے کرلیا تھا کہ جانی نقصانات کو چھپایا جائے گا۔ اگرچہ سرکاری طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ دو ہزار سے زائد امریکی مرچکے ہیں لیکن خود امریکی میڈیا نے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرلیا ہے کہ عراق میں تیس ہزار امریکی فوجی مارے جاچکے ہیں۔ دوسری طرف عام عراقی شہریوں کی ہلاکت کی تعداد ایک لاکھ ہوچکی ہے۔

امریکہ کے تحقیقی ادارے انسٹی ٹیوٹ فار پالیسی اسٹڈیز نے عراق پر امریکی حملے اور جارحیت کے حوالے سے جو سروے ایک سال کا کیا ہے اس نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۴ء کو ۸۸ صفحات میں شائع کردیا ہے اس رپورٹ کا نام ہے "ناکام عبوری دور جنگ" "عراق کی بڑھتی ہوئی قیمت۔"

اس رپورٹ نے پچیس مرکزی عنوانات بنا کر جو جائزہ شائع کیا ہے اس کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ سپر پاور نہیں بلکہ صفر پاور ہے اور پچیس محاذوں پر امریکی دانشوروں اور فوجی سیاسی ماہرین کو بری طرح ذلت اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ نے عراق پر قبضہ کرتے ہی یہ فیصلہ کیا کہ عراقی فوج تحلیل کردی جائے۔ امریکہ نے یہ نہیں سوچا کہ لاکھوں فوجیوں کی بیکاری کے کتنے سنگین نتائج ہوں گے، دوسری بڑی ناکامی امریکہ کو یہ ہوئی کہ اس نے سنی اکثریت کو نظر انداز کرکے شیعوں اور کُردوں کے ذریعہ عبوری حکومت، عبوری الیکشن اور عبوری پارلیمنٹ اور دستور بنانے کی کوشش کی جو بری طرح ناکامی سے دوچار ہوئی۔

اس سروے رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پنٹاگن نے عراقی مزاحمت کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ اس کا تصور کیا۔ جب مزاحمت شروع ہوئی تو اندازہ لگایا گیا کہ بیکار فوجیوں کو جب ملازمت دے دی جائے گی تو یہ مزاحمت ختم ہوجائے گی لیکن قبضہ کے پہلے تین ماہ میں مزاحمت کرنے والوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ سال کے آخر تک یہ تعداد بیس ہزار اور ۲۰۰۵ء کے آخر تک پچاس ہزار ہوچکی ہے سروے کے مطابق پنٹاگن کے نام نہاد ماہرین دفاتر میں بیٹھے بیٹھے اعداد و شمار بناتے ہیں تاکہ اپنے ذمہ داروں کو یقین دلائیں کہ آپ نے جو منصوبے بنائے تھے وہ سو فیصدی صحیح تھے اور امریکی فوج ٹھیک ٹھاک کام کررہی ہے۔ اس پنٹاگن سے جڑے ہوئے ایک دوسرے ادارے نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اگست ۲۰۰۵ء تک سے پچاس ہزار مزاحمت پسندوں کو ہلاک کردیا گیا ہے۔ اب بہت کم تعداد رہ گئی ہے لیکن مزاحمت پسندوں کی تعداد اور ان کے حملوں میں اتنی تیزی اور شدت آگئی ہے کہ ایک ایک دن میں دس دس امریکی جہنم رسید ہورہے ہیں، اس روز افزوں مزاحمت سے پریشان ہوکر امریکی قائدین یہ بیانات دے رہے ہیں کہ امریکہ اپنی فوجیں واپس بلانے پر تیار ہے۔ نوبت اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ عراقی جنگ کے قائد اور صلیبیت کے علمبردار بش صاحب اپنے جرم کا اعتراف کررہے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ قاعدہ بغدادی کے مکتب میں اتنا سخت امتحان ہوگا۔ اس فوجی منصوبہ سازی کے ایک بڑے یہودی گرو پال وولووٹز نے تو بدنامی سے بچنے کیلئے پنٹاگن میں نائب وزیر دفاع کے منصب سے استعفیٰ دے دیا اب تک اس منصوبے سے جڑے دس ماہرین اپنا دامن جھاڑ چکے ہیں۔ بش صاحب بھی اپنے بیانات سے گویا یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم کو غلط اطلاع دی گئی تھی۔

امریکی جائزہ سے جو اعداد و شمار معلوم ہوتے ہیں ان کے مطابق اب تک جنگ کے آغاز سے تیس ہزار چار سو اسی امریکی ہلاک ہوئے ہیں، اندازاً دو سو تیس امریکی شہری ٹھیکیدار اور چھ سو یہودی مبلغین اور بارہ صحافی ہلاک ہوئے ہیں دوسری طرف امریکی

...کو جو نقصان پہونچا ہے اس کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ساٹھ فیصدی امریکیوں کا کہنا ہے کہ امریکی صدر عراق کے معاملہ کو مناسب طریقے سے حل کرنے میں ناکام رہے۔ ٹائم میگزین نے بھی ایک جائزہ گذشتہ ہفتہ شائع کیا ہے۔

متعدد سابق امریکی جنرلوں نے جنگ عراق پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ بش کے اقدامات سے امریکہ غیر محفوظ ہوگیا ہے اور اس کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے اس کے ساتھ اس سروے نے یہ بھی بتایا ہے کہ ساٹھ فیصدی فوجیوں نے بتایا کہ ان کے اندر کم حوصلگی پیدا ہوئی، چالیس فیصد نے اعتراف کیا کہ وہ اعصابی طور پر اس جنگ سے بری طرح متاثر ہوئے، تین چوتھائی فوجیوں نے بتایا کہ ان کے افسران نے ان کی اچھی قیادت نہیں کی، تقریباً ۷۰ ہزار امریکی فوجی جنگی خدمات کے قابل نہیں رہ گئے ہیں۔ اس جائزہ نے امریکی معیشت پر پڑنے والے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پنٹاگن نے عراق کے جنگی اخراجات کا جو اندازہ لگایا تھا اس سے ۷۰ گنا اخراجات پہلے ہی سال ہوگئے امریکی کانگریس نے اک سو اکیاون ارب پچاس کروڑ ڈالر کا بل منظور کیا ہے لیکن کانگریس کے رکن رائع کا کہنا ہے کہ مزید ساٹھ ارب ڈالر کے اضافی بل منظوری کیلئے پیش کئے جائیں گے۔ امریکی ماہرین اقتصادیات نے اندازہ لگایا ہے کہ اس جنگ کی وجہ سے ایک امریکی گھرانے کا اوسطاً کم از کم تین ہزار چار سو پندرہ ڈالر خرچ بڑھ جائے گا۔ مزید اقتصادی پیچیدگیاں بڑھ جائیں گی۔ اس سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے آغاز سے اب تک چار لاکھ ۶۴ ہزار ریزرو فوجیوں اور نیشنل گارڈ سے منسلک سپاہیوں کو طلب کیا جاچکا ہے معذور فوجیوں پر جو اخراجات ہوں گے ان میں سو فیصدی اضافے کا اندیشہ ہے۔ اس جائزہ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ۶۴ فیصد فوجیوں کو ایسے کاری زخم آئے ہیں جن کی وجہ سے وہ فوجی خدمت سے معذور ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ جنگ عراق سے واپس آنے والے ہر چھ فوجیوں میں ایک فوجی کے دل و دماغ اور اعصاب بری طرح تناؤ کا شکار ہیں۔ مطالعہ میں شامل ۴۰ فیصد فوجیوں نے ذہنی صحت کیلئے علاج و معالجہ کی خواہش ظاہر کی ہے۔

امریکی سروے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امریکی حملے کے نتیجے میں عراق میں جرائم اور بے روزگاری بڑھ گئی ہے۔ صحت اور تعلیم کا ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بنیادی سوال کسی امریکی دانشور نے نہیں اٹھایا کہ حکومت امریکہ کے جن لوگوں نے یہ منصوبے بنائے تھے کیا ان کے سامنے یہ متوقع تباہیاں نہیں تھیں۔ کیا بش کے خدا کو معلوم نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے، سپر پاور امریکہ تو زندگی کے تمام میدانوں میں سپر تھا اور اب بھی اس کو یہی دعوی ہے کہ اس کے پاس اعلیٰ ٹیکنالوجی ہے، بہترین اور تباہ کن اسلحے ہیں، اعلیٰ درجے کے انسانی دماغ ہیں ان کے مقابلہ میں عرب ممالک ترقی پذیر دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر مہذب ہیں۔ امریکی ہی سب سے زیادہ ذہین اور دور رس نگاہوں کے مالک ہیں ان سب دعوؤں کے باوجود اتنی مدت گذر گئی اور ہنوز روز اول ہے، ہزاروں فوجی اعلیٰ درجہ کے اسلحہ سے لیس ہونے کے باوجود کیوں عراق سے راہ فرار اختیار کررہے ہیں؟ عراق کے مزاحمت پسند کیوں کامیاب ہورہے ہیں؟ آخر ان کے پاس کون سی ٹیکنالوجی ہے؟ وہ کونسا اسلحہ استعمال کررہے ہیں؟ اس سوال کا جواب بھی امریکی ماہرین جنگ ہی دے رہے ہیں اور وہ یہ اعتراف کررہے ہیں کہ عراقی معمولی تدبیر سے ایک بم تیار کررہے ہیں جو سڑکوں کے کنارے نصب کردیئے جاتے ہیں اور امریکی فوجیوں کو بکتر بند گاڑی سمیت تباہ و برباد کردیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

قنوج کے قدیم مشہور معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ

عطریات

شمامۃ العنبر ● عطر گلاب ● روح خس ● عطر موتیا

عطر حنا ● عطر گل ● عطر کیوڑہ

اس کے علاوہ فرحت بخش، دیر پا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر

(پرائیویٹ) لمیٹیڈ قنوج فون: 234445

دمشق وحمص میں
(۳)

از ..... پروفیسر محمد اجتباء ندوی

۲۱/اگست کو ہم دمشق پہونچے اسی وقت ہم نے دمشق یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی کے دو ممتاز اساتذہ اور شام کے جلیل القدر علماء ڈاکٹر سعید رمضان بوطی اور ڈاکٹر وھبہ زحیلی کے بارے میں معلوم کیا ان دونوں سے ہماری طالب علمی کے زمانہ سے ملاقات اور بے تکلفی ہے اطلاع ملی کہ دونوں مصر کی تفریح گاہ ''شرم الشیخ'' میں دھشت گردی سے متعلق منعقدہ کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں، اس کی رپورٹ پڑھی اور سنی تو افسوس ہوا کہ دو ایک علماء کے علاوہ ہر ایک نے سلبی و منفی پہلوؤں پر گفتگو کی اور اسباب وعوامل پر بات کرنے سے گریز کیا۔

ہم ذکر کرچکے ہیں کہ میرے رفیق درس اور دوست شیخ منذر الدقر نے دو دن کا پروگرام مرتب کرلیا تھا، دوسری صبح کو ہم ان کے ہمراہ ڈاکٹر محمد الحبش صاحب ممبر پارلیمنٹ، پارلیمنٹری سکریٹری، اسلامک سنٹر کے صدر اور سابق ڈائرکٹر اوقاف سے ملاقات کے لئے گئے، ان کی ہماری ۱۹۹۸ء میں ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے دو اداروں میں ہمارے محاضرات (لیکچرز) دلوائے تھے، ان کے یہاں ہم اس وقت پہونچے جب وہ علوم قرآن کریم سے متعلق ٹیلیویژن کے لئے سیریل ریکارڈ کرارہے تھے، ہمارا پرجوش خیر مقدم کیا اور ریکارڈنگ روک کر ہمارے اور ہندوستان کے حال احوال دریافت کرنے کے بعد اپنی قرآنی خدمات اور اسلامک سنٹر وسیاسی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی، مزید کہا کہ بڑے موقع سے آئے ہو کل شام کو (شامی ثقافتی سنٹر) میں ڈاکٹر محمد اقبال کے (تجدید الفکر الدینی عند اقبال) سے متعلق میرا لیکچر ہے، اس سے متعلق تمہیں بھی گفتگو کرنی ہے، میں نے عرض کیا کہ کل ہمارا حمص (شہر) جانے کا پروگرام ہے انہوں نے باصرار روکا، ہمیں اپنا پروگرام بدلنا پڑا، اسی شب میں دمشق کے ایک سربرآوردہ شخصیت ابونجل نے دمشق وحلب کی روڈ سے متصل واقع تفریح گاہ (تل کردو) میں عشائیہ پر مدعو بھی کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد الحبش کے دولتکدہ پر سابق مفتی عام اور ہمارے بزرگ، نیز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند ودوست شیخ احمد کفتارو رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادہ ڈاکٹر محمد کفتارو سابق مدیر (مجمع ابی النور الاسلامی) کا فون آیا کہ میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں چند منٹ کے لئے تشریف لے آئیں ہم حاضر ہوئے وہ اسی سابقہ محبت اور اپنائیت سے ملے، اکیڈمی سے اپنی علاحدگی کے بارے میں مختصر طور سے بتایا اب ڈاکٹر محمد الحبش کے ساتھ اسلامک اسٹڈیز سنٹر کے پلیٹ فارم سے تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۶ بجے شام کو صدیق عزیز شیخ منذر الدقر آکر اپنی گاڑی سے دمشق سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر ''دروشہر'' تفریح گاہ لے گئے وہاں منتخب تاجر اور علم نواز حضرات منتظر تھے شیخ منذر کا درس حدیث ہوا اس کے بعد اس خاکسار اور مولانا نذر الحفیظ صاحب نے ہندوستان میں اسلامی علوم، مسلمانوں کی گرمیوں اور مختلف حالات سے متعلق گفتگو کی، سوالات وجوابات بھی ہوئے، خوبصورت، پرفضا اور پھلدار درختوں کے خوبصورت باغ میں یہ جگہ ہے، خوشگوار وخنک فضا میں حسن اخلاق اور محبت واخوت کے برتاؤ نے دل کو بہت متاثر کیا، عشائیہ کے بعد واپسی ہوئی۔

ہم نے شام کے شمالی بڑے شہر حلب میں مقیم اپنے رفیق درس وتدریس ڈاکٹر محب الدین احمد ابوصالح کو اپنی دمشق آمد کی اطلاع کردی تھی، اور کہا تھا کہ اگر وقت ملا تو حلب آئیں گے ان کا فون اس اصرار پر کہ آنا ضروری ہے، مشروط وعدہ کی لیکن تنگی وقت کی بناء پر حمص پہونچکر معذرت کی، حلب نہ جانے اور اپنے محب ومخلص بھائی سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہوا، ہم اور خصوصی طور سے مولانا نذر الحفیظ صاحب کو دار ابن کثیر کے مالک استاذ ابو مالک علی دیب مستو سے ملاقات کرنی تھی ان سے ملاقات کا وقت طئے ہوا مگر ملاقات حمص سے واپسی کے بعد بہت تفصیل سے ہوئی جس کا تذکرہ درج ذیل سطروں میں آرہا ہے، میرے دہلی کے پڑوسی جنھوں نے دہلی ہی سے آرکیٹیکٹ میں Ph.D. کی ہے حمص کے (جامعۃ البعث) میں استاذ ہیں، زکریا الشیخ محمود کا فون آیا حمص کب آرہے ہیں ہم نے جواب دیا کہ جلد ہی اپنے پروگرام سے مطلع کریں گے۔ ہمارے شامی پڑوسی انجینئر زیدون زعبی (جنھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے کمپیوٹر

کورس کیا ہے اور اب دمشق کی وزارت اطلاعات میں کسی اچھے عہدہ پر ہیں) کا فون آیا کہ میں لینے آرہا ہوں میں نے اس وقت اپنی مصروفیت کے پیش نظر معذرت کر کے آئندہ کل کا وقت دیا اور ان کو اپنے ٹکٹ کے کنفرمیشن کی ذمہ داری سونپی، ان کا بالژ پارٹی سے تعلق ہے، دمشق کی مجمع اللغۃ العربیۃ (المجمع العلمی العربی) عالم عرب کی سب سے پرانی ریسرچ اکیڈمی ہے اور اس کی بڑی خدمات ہیں، وہاں حاضری ہوئی اس کے صدر ڈاکٹر شاکر مخام سے ملاقات کی ان سے دیرینہ تعلق ہے، اپنی روایات پر قائم ہیں، ہندوستان کے تذکرہ میں مولانا عبدالعزیز میمن، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پروفیسر مختار الدین احمد صاحبان کو یاد کیا یہ حضرات اکیڈمی کے ارکان رہے ہیں، پروفیسر مختار الدین صاحب بحمد اللہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس سے انہیں بڑی خوشی ہوئی، اکیڈمی کے جدید تحقیقی خدمات سے بھی روشناس کرایا، اکیڈمی اب ایک نئی وشاندار عمارت میں منتقل ہوگئی ہے، وہاں سے ہم نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے ہندوستانی سفارت خانہ میں حاضری دی، سفیر صاحب ہندوستان آئے ہوئے تھے، اپنی یونیورسٹی سے متصل محلہ حلبونی گئے جہاں کتب فروش مراکز کے علاوہ وہ مسجد ہے جس میں حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ کا اس وقت قیام تھا جب وزیٹنگ پروفیسر کے طور پر دمشق یونیورسٹی تشریف لے گئے تھے اور (تاریخ دعوت وعزیمت) سے متعلق محاضرات دیئے تھے، وہ کمرہ ابتک اسی حال میں ہے، ظہر کی نماز ادا کر کے دار ابن کثیر گئے استاذ عطی مستو سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا رحمہ اللہ کی کتابیں شائع کی ہیں، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے حقوق تصنیف کے بارے میں ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ دمشق میں زیر تعلیم سید عبدالماجد غوری صاحب کو ادا کئے جاتے رہے ہیں، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے انہیں بتایا کہ ندوۃ العلماء یا حضرت رحمہ اللہ کے ورثہ کو اس کا کوئی علم نہیں ہے، حمص سے واپسی کے بعد انہوں نے تفصیل بتائی اور وعدہ کیا کہ وہ سید عبدالماجد صاحب سے ان کی دمشق واپسی کے بعد معلوم کر کے مطلع کریں گے، انہوں نے ابوہ میں ظہرانہ پر مدعو بھی کیا اسی شام کو (شام کلچرل سنٹر) میں ڈاکٹر محمد الحبش کے لیکچر میں شرکت کی، بڑا اور وسیع ہال سامعین (خواتین) سے بھرا ہوا تھا، اس سے اندازہ ہوا کہ لوگوں کو ڈاکٹر محمد اقبالؒ سے کس قدر شیفتگی اور قدردانی ہے، ڈاکٹر محمد الحبش نے بڑا عالمانہ اور پر مغز لیکچر دیا وہ متعدد زبانوں سے واقف ہیں اور وسیع وگہرا مطالعہ کے ساتھ فہم وآگہی اور علم وبصیرت واقبال شناسی کے جوہر سے آراستہ ہیں، ان کے بعد مجھ سے علامہ اقبالؒ کے بارے میں گفتگو کرنے کی فرمائش کی گئی، میں نے علامہ اقبال اور ان کی شاعری کی امتیازی خصوصیات بیان کیں، سوالات وجوابات بھی ہوئے جن میں سنٹر کی ڈائرکٹر ڈاکٹر مریم اور ممتاز انشاء پرداز وافسانہ نگار رجاء سوسن پیش پیش تھیں، لیکچر کے بعد ایک تعزیتی جلسہ میں شرکت کر کے دمشق سے چند کیلو میٹر کے فاصلہ پر مشہور تفریح گاہ (تل کرد) ڈاکٹر محمد الحبش اور شیخ منذر القرنفل کی معیت میں ہم نے استاذ ابوغدہ کے عشائیہ میں شرکت کی وہاں علماء، تعلیم یافتہ اور سربرآوردہ افراد پر مشتمل ایک منتخب مجمع تھا، دیر رات تک یہ مجلس جاری رہی، ہم نے ہندوستان کے ساتھ عالم عرب واسلام کے حالات حاضرہ پر کھل کر گفتگو کی، ہمارے ہمراہ مولانا نذر الحفیظ صاحب کے علاوہ دمشق میں مقیم طالب علم حافظ واجد علی اور منتظر عبدالحفیظ تھے۔

گذشتہ سال شام کے مفتی اعظم، ممتاز عالم دین وصاحب طریقت اور مجمع أبی النور الاسلامی (ابونور اسلامی اکیڈمی) کے بانی شیخ احمد کفتارو صاحب کا انتقال ہوگیا ان کے جانشین ڈاکٹر صلاح الدین کفتارو کو تعزیتی خط بھیجا تھا، دمشق کی اس حاضری پر اکیڈمی جا کر تعزیت کرنا اور فاتحہ خوانی ضروری تھی، حاضر ہوئے ڈاکٹر صلاح نے محبت وحسن اخلاق سے استقبال کیا، اکیڈمی، مسجد اور اس کے ادارے بہت وسیع اور شاندار بن گئے ہیں، جامع ازہر، لیبیا یونیورسٹی اس کے ادارے بہت وسیع اور شاندار بن گئے ہیں، جامع ازھر، لیبیا یونیورسٹی نے اس کے زیر نگرانی اپنے کالج اور اعلیٰ تعلیم کی کلاسیں شروع کر دی ہیں، دیکھ کر اور وہاں کے علماء ومشائخ سے مل کر خوشی ہوئی، شیخ احمد کفتارو مرحوم کا طریقۂ کار اور طرز عمل مثبت ومعروضی تھا وہ حکمرانوں سے نزاع وتصادم کی راہ سے ہٹ کر (إنقاذ ما يمكن إنقاذه) جتنا بچانا ممکن ہو بچا کر تعلیم وتربیت کا کام کرتے رہے، ان کے جانشین بھی اسی نقطۂ نظر پر عمل پیرا ہیں، اور بخوبی خدمت انجام دے رہے ہیں، شیخ مرحوم کی جگہ پر حلب کے مفتی شیخ احمد حسون کو ملک شام کا مفتی اعظم منتخب کیا گیا ہے، شام کو عصر سے عشاء تک کلیۃ الشریعہ کے ڈپٹی ڈین ڈاکٹر بدیع لحام جو ہندوستان آچکے ہیں اور بزرگ استاذ شیخ مصطفیٰ الحسن سے ملاقاتیں کیں، عہد طالب علمی کی یادیں تازہ کیں، اس وقت شیخ مصطفیٰ جوان، متحرک، رواں دواں اور ممتاز وکامیاب استاذ تھے، دیر تک اپنے تعلیمی تجربات اور گذرے ہوئے دنوں کے خوشگوار لمحات کے تذکرہ سے آنکھوں کو روشن اور دل کو شاد کرتے رہے، ان سے رخصت ہوئے تو عزیزان واجد وسرفراز ادر نوشاد نے کہا کہ ہمارا گھر یہاں سے قریب ہے وہاں ماحضر تناول کر کے قیامگاہ واپس چلیں گے، وہاں جا کر اور اپنے عزیز

طلبہ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔

صبح بولمان بس اسٹاپ سے حمص روانہ ہوئے، مولانا نذر الحفیظ صاحب کے علاوہ حافظ واجد علی ساتھ تھے روانگی کے وقت ڈاکٹر زکریا الشیخ محمود کو فون سے حمص پہونچنے کی اطلاع دی، پونے دو گھنٹہ میں پہونچے، زکریا صاحب بس کے دروازہ پر کھڑے تھے، دیکھتے ہی لپٹ گئے، آنکھیں اشکبار ہوگئیں، کئی سال کے بعد ملاقات ہوئی، بڑے اچھے اور فرشتہ خصال پڑوسی تھے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کے حامل ہیں، حمص کے محلہ (وادی الذھب) میں اپنے چار بھائیوں کے ملے ہوئے مکان سے جڑا ہوا ان کا دولتکدہ ہے بڑے بھائی کے نئے مکان میں ٹھہرایا، بے حد آرام دہ اور پر فضا ہے جب وہ ہمارے ساتھ دہلی میں تھے تو ان کے ایک چھوٹی سی بچی سارہ تھی اب وہ دس سال کی ہوگئی ہے اور اس کے ایک بھائی حمزہ اور چھوٹی بہن سدرہ ہیں ان بچوں، بھائیوں، والد اور خسر ابو رضوان سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوئی، محسوس ہوا کہ اپنے گھر میں ہیں، دو دن بے حد خوشگوار اور مسرت آگیں گذرے، شام کو حضرت خالد بن الولید سیف اللہ کی مسجد میں حاضری دی، نماز ادا کی، مجسد کے ایک گوشہ میں اس شمشیر خدا کا مزار ہے، دعا اور خراج عقیدت پیش کی، دنیا کے اس عظیم فاتح کی یاد دلوں میں ایمان کی حرارت اور نوع انسانی کی تاریکیوں سے نکال کر نور وروشنی میں لانے کے لئے جہاد کا جذبہ وولولہ پیدا ہو جاتا ہے اور ایثار وقربانی اور اسلام کے لئے جاں نثاری کا جوش موجزن ہو جاتا ہے جب اس مایۂ ناز شخصیت نے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزولی کے بعد ارشاد فرمایا تھا: ''میری یہ جنگ اسلام کی خدمت کے لئے تھی، میں اس کے ایک ادنی سپاہی کے طور پر یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا'' کاش مسلمان آج اور ہر دور میں اس زریں قول کو حرز جاں بنا کر اس پر عمل کریں اور اپنی خودستائی، انانیت، مذہبی تعصب، ذات پات اور فرقہ بندی سے دستبردار ہو کر ایثار وقربانی اور خدمت اسلام کو اپنا مقصد بنالیں، زکریا نے مجھے مخاطب کر کے دریافت کیا کہ صبح سے ابتک آپ نے اس شہر میں کس فقیر کو دست سوال پھیلائے ہوئے دیکھا؟ میں نے جواب دیا: نہیں! کیوں؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں بھیک مانگنا منع اور قابل سزا جرم ہے، ہمارے اس شہر حمص میں ایک بورڈ بنا دیا گیا ہے اور یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ جسے جو بھی حاجت وضرورت ہو بورڈ سے رجوع کرے اس کی ضرورت پوری کر دی جائے گی، کاش مسلمان اپنے شہروں اور علاقوں میں اسی جیسا بورڈ بنا کر ''بھیک'' مانگنا ممنوع قرار دیدیں!۔

جمعہ کی نماز مسجد بلال میں ادا کی، خطیب شیخ اسماعیل مجذوب نے بڑا ایمان افروز خطبہ دیا اور مسلم معاشرہ میں سرایت کی ہوئی رسم ورواج پر سخت تنقید وتعنید کی، حمص سے متصل مشرق میں دارسمعان جا کر مغرب کی نماز اسی مسجد میں ادا کی جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مزار ہے، سلام وخراج تحسین کے بعد ایک دوسری مسجد کا رخ کیا، بتایا گیا کہ اس کے ایک گوشہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی قبریں ہیں، لیکن یہ تاریخی طور سے درست نہیں لگتی ہیں۔

دمشق وشام کے دوسرے شہروں میں اسلامی عربی مدرسوں اور تحفیظ القرآن کے مدارس سینکڑوں کی تعداد میں خدمت انجام دے رہے ہیں، جن میں سے بیشتر تین مرکزی اداروں: مجمع الشیخ احمد کفتارو (مجمع أبی النور) معاھد الفتح، جمعیۃ العلوم الشرعیۃ کے زیر نگرانی ہیں اس کے علاوہ معہد النابلسی دمشق کے قدیم محلہ صالحہ کا سب سے قدیم ادارہ ہے شیخ طریقت وبزرگ شیخ عبدالغنی النابلسی نے قائم کیا تھا اس وقت اس کے سربراہ شیخ راتب النابلسی ہیں، ممتاز عالم ومفکر ہیں اور اس وقت جامع اموی کے خطیب بھی ہیں، ان اداروں کے علاوہ علماء ومفکرین کی ایک اچھی تعداد دین وعلم کی خدمت کر رہی ہے جن میں محدث عصر شیخ نور الدین عتر، شیخ حسام الدین فرفور، شیخ عبدالفتاح بزم، شیخ محمد ھشام برھانی اور صاحب تصانیف محدث ڈاکٹر محمد عجاج خطیب امتیازی مقام کے مالک ہیں ان اداروں (بدین) اور علماء ومفکرین ہی کا فیض ہے کہ ملک شام تمام تر بدین فوجی وسیاسی انقلابوں کے باوجود نہ صرف اپنی دینی شناخت، روایات واقدار پر قائم وثابت ہے بلکہ وہاں کے عوام، مردوں وعورتوں میں واضح طور پر نمایاں وجلوہ گر بھی ہے۔

بقیہ: ..... قرآن فہمی کا مختصر راستہ

چیزیں اگر نہیں تو وہ عالم نہیں ہے بلکہ وہ بھی عالم کے روپ میں جاہل ہے اس لئے اس بات کو بھی سمجھنا چاہئے، قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے رشتے کو قائم کیا ہے اس کے ظاہر کا بھی ادب ضروری ہے اور اس کے معانی کا بھی پورا لحاظ کرنا ضروری ہے، تب جا کے اس بارگاہ میں بازیابی حاصل ہو سکتی ہے ورنہ خدانخواستہ قرآن حجة لك او عليك حدیث میں آتا ہے تمہارے خلاف یا تو حجت اور دلیل بنے گا یا تمہارے حق میں بنے گا۔ اللهم جعله لی حجة یا رب العالمین۔ اے اللہ قرآن مجید کو ہمارے لئے حجت بنا، ہمارے خلاف حجت نہ بنا، بھائیو! دوستو! بس یہ چند باتیں ہیں جو آپ کے سامنے عرض کر دی گئیں۔ اللہ مجھے بھی قرآن مجید سے صحیح تعلق عطا فرمائے اور سب کو عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

مصر کے انتخابات

اخوان المسلمین کی کامیابی

امیدیں اور اندیشے

تحریر :..... سلمان نسیم ندوی

''عالم اسلام پر امریکی استعمار بنام ''سیاسی اصلاحات'' کی جدید پالیسی یہ طے پائی ہے کہ عالم اسلام میں دینی جماعتوں اور دین پسند طبقہ کو آگے آنے کا موقع دیا جائے اور زمام کار ان کے سپرد کر دی جائے پھر ان کو باہم اس طرح ٹکرایا جائے کہ وہ اسی میں الجھ کر رہ جائیں اور ان کی قیادت ناکام ہو جائے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے گی کہ دین انسانی قیادت کی اہلیت اور صلاحیت سے محروم ہے اور اس طرح دین کے خلاف جنگ لڑنا آسان ہو جائے گا، اس کا اندیشہ ہے کہ اخوانیوں کی حالیہ کامیابی اسی پالیسی کا ایک حصہ نہ ہو۔ ''اخوان'' اس آزمائش سے کس طرح نکلیں گے یہ آئندہ کے حالات ہی بتا سکیں گے۔''

انوکھی جمہوری حکومت کا انوکھا انتخاب

عددی ترتیب کے لحاظ سے موجودہ مصری جمہوری حکومت چوتھی حکومت ہے، پہلی جمہوری حکومت کے سربراہ ''محمد نجیب'' تھے، دوسری کی قیادت ''جمال عبد الناصر'' نے کی، تیسرا نام ''انور سادات'' کا آتا ہے، چوتھی جمہوری حکومت جو سب سے زیادہ طویل العمر ہے، کی سربراہی ''حسنی مبارک'' کر رہے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں پہلے دنیا کا حیرت انگیز جمہوری صدارتی انتخاب عمل میں آیا جس میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ جس ملک میں ووٹروں کی تعداد ۳۲/ملین تھی وہاں پر صرف ۷.۳٪ ملین لوگوں نے ووٹ دیا یعنی صدر کے انتخاب کے لئے صرف ۲۳٪ فیصد لوگوں نے حق رائے دہی کا استعمال کیا جبکہ تقریباً ۸۰٪ فیصد لوگوں نے غیر جانب دار رہنے کو ترجیح دی اور صدر کے انتخاب میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔

صدارتی انتخاب میں مصری عوام کا یہ رویہ دل میں کھٹک ہی رہا تھا کہ حالیہ بلدیاتی انتخابات میں 'اخوان المسلمین' کی زبردست کامیابی نے نہ صرف چونکا دیا بلکہ کتنی ہی پیچیدگیاں ایسی تھیں جن کی گرہیں کھلتی، اور پوشیدہ حقیقتیں اجاگر ہوتی چلی گئیں۔

سنگینوں کے سائے میں 'اخوان' کی تاریخ ساز کامیابی۔

عربی اور انگریزی صحافت نے اس انتخاب کو مصری تاریخ میں سب سے زیادہ ''پرتشدد انتخاب'' قرار دیا ہے۔ حکومتی تمام کارروایوں کو ''غنڈہ گردی'' اور ''جمہوریت'' کو بدترین ''ڈکٹیٹر شپ'' سے تعبیر کیا ہے، اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ یا تو صدارتی انتخاب میں پولنگ کا یہ عالم تھا کہ حکومت کی گاڑیاں رائے دہندگان کو گاؤں دیہات سے کھدیڑ کر لا رہی تھی یا پارلیمانی الیکشن میں یہ صورتحال کہ حکومت پوری طاقت اس پر جھونک رہی تھی کہ ووٹ دینے والوں کو کس طرح روکا جائے، اس کے لئے ہر قسم کے جائز اور ناجائز اسلحہ کا استعمال کیا گیا، بے دریغ گولیاں برسائی گئیں، ۱۴/افراد جاں بحق ہوے، سیکڑوں زخمی اور کتنے ہی ایسے ہیں جو موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں، عدالتوں کے جج جو انتخابی کارروایوں کی نگرانی کر رہے تھے وہ ایسے بے بس و مجبور کہ پولس نے ان کی نگاہوں کے سامنے بلٹ پیپر بکس میں ہیرا پھیری کی، ان کے احتجاج پر ان کو زدو کوب کیا گیا، گیارہ گیارہ بجے دن تک ووٹروں کو پولنگ بوتھ میں داخل ہونے نہیں دیا گیا، سوال کرنے پر سرکاری اہلکاروں کا ایک ہی جواب تھا ''ہمیں اسلام پسندوں کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے''، امن وانصاف کی اسطرح بیباکی سے دھجیاں اڑائے جانے پر بعض جج رو پڑے، اور انہوں نے کہا کہ کیا اس قدر توہین آمیز سلوک کے بعد ہمارے لئے روا ہے کہ ہم کرسی عدالت پر بیٹھ کر فیصلے کریں؟ معاملہ نے اس قدر طول پکڑا کہ ''آقائے جمہوریت'' امریکا کو بھی غیرت آئی اور اس تشدد پر تشویش کا اظہار کیا۔

لیکن ان تمام تر 'جمہوریت سوز' کارروایوں کے باوجود 'اخوان' کو تاریخی کامیابی ملی، انہوں نے (۲۰٪)۸۸/سیٹیں حاصل کی جبکہ نیشنل پارٹی نے (۳۳٪)۱۴۵/ سیٹوں پر قبضہ حاصل کیا، آزاد امیدوار ۲۴/سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوے، جبکہ اپوزیشن پارٹیوں کو صرف ۱۳/سیٹوں ہی پر صبر کرنا پڑا، ان نتائج کے تناظر میں اخوانی ایک مضبوط اپوزیشن پارٹی بن کر ابھرے ہیں۔

نیشنل پارٹی کے نمائندے ۴۳۲/سیٹوں پر الیکشن لڑ رہے تھے لیکن اسمیں سے صرف ۱۴۵/کو کامیابی ملی، یہ تناسب مصری عوام کے مکمل رجحان کی عکاسی کر رہا ہے اور ان کہ دلوں میں پارٹی کی کیا حیثیت ہے اس کا غماز ہے، نیشنل پارٹی نے موجودہ کامیابی جن ہتھکنڈوں کو استعمال کر کے حاصل کی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اس کی کامیابی

نہیں بلکہ کھلی شکست ہے، ان کے متعدد چوٹی کے لیڈروں کو شکست فاش ہوئی، جن علاقوں سے ان کے نمائندے کامیاب ہو کر آے ان علاقوں میں اخوان پسند عوام کو پولنگ بوتھ میں گھسنے نہیں دیا گیا، لوگوں نے سیڑھی لگا کر، کھڑکیوں کے راستے گھس کر ووٹ دیا، بعض علاقوں میں بے انتہا مادی وسائل (رشوت) کا استعمال کیا گیا، الیکشن کی نگرانی پر مامور بعض ججوں کے خریدے جانے کی بھی اطلاع ہے، ان تمام ہتھکنڈوں کے استعمال کے بعد صرف ۳۳.۵٪ فیصد کامیابی نیشنل پارٹی کی شکست فاش ہے، دوسری طرف تمام رکاوٹوں کے باوجود 'اخوان' کی ۲۰٪ فیصد کامیابی ان کی ایک تاریخی کامیابی ہے۔

تحریک 'اخوان المسلمین' پر ایک نظر

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں مصر میں جن بڑے بڑے مسائل پر معرکہ آرائی ہو رہی تھی ان میں مصری وطنیت، اسلامی خلافت، عرب قومیت اور قدیم وجدید کی کشمکش سرفہرست ہیں، سب سے بڑی سازش یہ رچی جا رہی تھی کہ خلافت عثمانیہ کی قباچاک کر دی جائے بالآخر ۱۹۲۴ء میں خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کر دیا گیا جس نے مسلمانوں میں بے چینی کی ایک لہر پیدا کر دی، نتیجہ تحریک ''الاخوان المسلمون'' ۱۹۲۸ء میں وجود پذیر ہوئی۔

یہ تحریک جو ایک طریقہ سنت بھی تھی اور ایک سلسلہ تصوف بھی، ایک طرف وہ سیاسی تنظیم تھی تو دوسری طرف ایک ریاضیاتی گروپ بھی، یہ ایک علمی، ثقافتی انجمن ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا ایک اقتصادی ومعاشرتی نظریہ بھی رکھتی تھی، اس تحریک نے اپنے بانی کے خلوص اور رفقاء کی محنتوں کے سایہ میں صرف ۲۰/ سال کے اندر ایک ذہنی اور فکری انقلاب برپا کر دیا، ۱۹۳۹ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک یہ تحریک سیاسی لحاظ سے ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو گئی، سرگرمیوں اور پروگراموں میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو گئی، لیکن یہی وہ دور تھا جب 'اخوان' کے لئے آزمائشوں اور آلام کے دروازے بھی کھل گئے، گرفتاری، تشدد اور املاک کی ضبطی شروع ہوئی اور یہ سب انگریزوں کے اشارہ پر ہوتا رہا، نقراشی پاشا کے دور میں ''حسن البنا'' نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا، اسی دوران 'الاخوان' نے اپنے ہزاروں رضا کار مجاہدین فلسطین کی جنگ میں شرکت کے لئے بھیج دیا، ان اقدامات کی وجہ سے انگریزوں اور یہودیوں کے اوسان خطا ہو گئے، چنانچہ غیر ملکی سفارت خانوں نے مصری حکومت سے 'الاخوان' کو خلاف قانون قرار دینے کا مطالبہ کیا، نقراشی پاشا نے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر ۸/دسمبر ۱۹۴۸ء کو ہنگامی قوانین کی دفعہ نمبر ۳/۷ کے موجب 'الاخوان' کو خلاف قانون قرار دے دیا، اس اقدام کے بعد پورے مصر میں اخوانیوں پر ظلم کا بازار گرم ہو گیا، جماعت کے تمام مراکز وادارے ضبط کر لئے گئے، ہزار ہا پڑھے لکھے نوجوانوں کو جیل میں بند کر دیا گیا، ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے، ۱۲/فروری ۱۹۴۹ء کی شام کو ''حسن البنا'' کو شبان المسلمین کے مرکز کے سامنے شہید کر دیا گیا، اس کے بعد انگریزوں اور یہودیوں اور اسلام دشمن طاقتوں نے گھی کے چراغ جلائے، مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''اس تحریک کے اثرات کو ختم کرنے اور اس کے نقوش کو مٹانے کی کوشش اور اس کے چلانے والوں کو قید وبند اور جلاوطنی کی سزائیں اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی اذیتیں وہ بدترین جرم ہے جس کو تاریخ اسلام کبھی معاف نہیں کر سکتی، یہ ایسا المیہ ہے، جس کو عالم اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکتا، یہ عالم عربی کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہو سکتا، اس جرم کا کفارہ ملک کی کسی بڑی سے بڑی تعمیری وسیاسی خدمت سے نہیں ادا کیا جا سکتا، یہ اتنا وحشتناک جرم ہے کہ جس کی مثال صرف تاتاریوں کی وحشت وبربریت یا قدیم دنیا کے دور تعصب میں ملتی ہے۔''

پابندیوں، تشدد اور قید وبند کی صعوبتوں کے بعد اس تحریک کے افراد نے زمینی کام کو اپنا مشن بنا لیا، اور مسلسل اس میں لگے رہے، جس کے واضح امید افزا نتائج سامنے آرہے ہیں۔

حالیہ کامیابی کے اسباب

انتخابی مہم کے دوران اخوانیوں نے جو نعرہ دیا وہ ''الإسلام هو الحل'' کا نعرہ تھا، اس نعرہ پر دوسری پارٹیوں کو اعتراض بھی ہوا کہ 'اخوانی' دین ومذہب کو ووٹ بینک کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، ان کے اس اعتراض کی صداقت کچھ بھی ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ اخوانیوں کی پچپن سالہ آزمائش نے مصر کے ایک بڑے طبقہ کو متاثر کیا ہے بلکہ اسکو اپنی فکر جو دراصل اسلامی فکر ہے، کا ترجمان بھی بنا دیا ہے، اس طبقہ میں بڑی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اسکالروں، ڈاکٹروں، وکلاء اور ججز کی ہے، یہ وہ طبقہ ہے جو معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے یہ کہنا بالکل بیجا نہیں ہوگا کہ اخوان کی موجودہ کامیابی میں ''الإسلام هو الحل'' کے نعرہ کا بھی کافی دخل ہے۔

لیکن بہتیرے ایسے ہیں جن کے لئے یہ احساس کہ مصر میں ''دین پسند'' واپس آرہے ہیں بہت ہی تکلیف دہ ہے، چنانچہ وہ اس کامیابی کو دین پسندی کے بجائے دوسرے ذیلی عوامل کی طرف منسوب کر رہے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ مصر میں اخوانیوں کا کردار گذشتہ چند دہائیوں میں کافی فعال رہا ہے، اور ہر میدان میں خواہ وہ اقتصادی ہو یا تعلیمی، سیاسی ہو یا رفاہی، تنکیی ہو یا دینی دعوتی سب میں اخوانیوں نے بھرپور حصہ لیا ہے اور اپنی افادیت ثابت کی ہے اسی لئے ایک عرصہ سے مصری عوام

اخوانیوں میں اپنا محفوظ سیاسی مستقبل کو تلاش کرتے رہے ہیں لیکن واضح رہے کہ اخوانیوں کی ان ساری تگ و دو کا رشتہ ہمیشہ دین سے جڑا رہا ہے اور "الإسلام هو الحل" کے نعرہ سے وہ کبھی دستبردار نہیں ہوے۔

کچھ لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ اخوان کی حالیہ کامیابی دنیائے سیاست میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، جب قوم ایک پارٹی سے مایوس ہو جاتی ہے تو وہ دوسری پارٹی کو آزماتی ہے یہی مصر میں ہوا ہے، مصری عوام ایک عرصہ سے "حسنی مبارک" کو جھیل رہے ہیں، حسنی مبارک اپنی قوم کو صرف وعدوں اور امیدوں پر ٹرخاتا رہا ہے، اور جمہوری سیاست میں وعدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے ،اسمیں اعتبار کام اور اقدام کا ہوتا ہے، خوش قسمتی سے اخوان المسلمین اس معیار پر پورے اترے ہیں۔

بعض حضرات اس کامیابی کو سیاسی گٹھ جوڑ کا نتیجہ بھی بتا رہے ہیں، اسباب چاہے جو کچھ بھی ہوں وقت آنے پر سب کھل ہی جائیگا، لیکن جو حقیقت سامنے ہے وہ یہ ہے کہ یہ گھڑی اخوانیوں کی آزمائش کی سخت گھڑی ہے۔

امید ین واندیشے

مصری سیاست میں مؤثر ہونے کے لئے دوتہائی اکثریت کا حاصل ہونا ضروری ہے، دوتہائی عوامی نمائندگی کسی بھی پارٹی کو حاصل نہیں ہو سکی ہے، واحد طریقہ جوڑ توڑ کا رہ جاتا ہے، جس کے لئے حکومت مکمل کوشاں ہے کہ کسی طرح ۷۳٪ فیصد سیٹیں حاصل کرلے، اور یقیناً وہ اس میں کامیاب بھی ہو جائے گی، سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اخوان کی موجودہ کامیابی مصری سیاست پر کتنا اثر انداز ہو سکے گی؟ اور کیا توقعات ان سے وابستہ ہیں؟ کیا وہ اسلامی دنیا اور مصری قوم کی توقعات پر کھرے اترینگے؟!

واقعہ یہ ہے کہ یہ مرحلہ 'اخوان المسلمین' کے لئے آزمائش اور فیصلہ کن مرحلہ ہے، قوم نے ان سے جو توقعات وابستہ کی ہیں وہ اپنی کسوٹی پر پرکھیگی، اگر وہ اس پر کھرے نہ اتر سکے تو پھر ایک طویل عرصہ کے لئے اخوانیوں کی واپسی کی امید نہیں کی جا سکتی، لیکن انصاف کی بات اسلامی دنیا کے لئے اور مصری مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں اخوان سے کسی بڑی تبدیلی کی امید نہ رکھیں، اس لئے کہ ایک تو دوتہائی اکثریت کا مسئلہ اخوانیوں کے لئے ایک مستقل مسئلہ ہوگا اس کے علاوہ قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۸۷ء میں اپوزیشن نے ۱۰۰/سیٹیں حاصل کی تھی، اور اپوزیشن لیڈروں میں چوٹی کے مسلم اور غیر مسلم رہنما موجود تھے لیکن تین سال کے عرصہ میں ایک بار بھی اپوزیشن نہ کسی قرارداد کو منظور کرا سکی اور نہ ہی کوئی بل پاس کرسکی۔

اس اندیشہ کا بھی اظہار کیا جارہا ہے کہ حکومت اخوان سے گفت وشنید کی کوشش کریگی، امریکا بہادر کی نگاہیں بھی اٹھ رہی ہیں اور اشارے مل رہے ہیں کہ عنقریب ہی اخوانیوں سے رابطے کئے جائیں گے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس سلسلہ میں امریکا کی پالیسی کسی سے مخفی نہیں ہوگی، چین کی مثال ہمارے سامنے ہے، امریکا کی کسی بھی قسم کی دوستی کو قبول کرنا اپنے کو پابجولاں کرنا اور روح کی آزادی کے قتل کر لینے کے مرادف ہے، گذشتہ ۲۹/نومبر کو امریکا نے مصر میں انتخابی تشدد پر تشویش کا اظہار کیا تھا اور مصر سے انتخابات کو شکوک وشبہات سے بالاتر کرنے کی بات کہی تھی، اس سے کچھ لوگ اس شبہ میں مبتلا ہو گئے کی امریکا اخوانیوں کے تئیں نرم رویہ رکھتا ہے اور آئندہ اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ اخوانیوں کہ ساتھ ان کا رویہ مثبت ہوگا، لیکن بچند وجوہ یہ خیال نہ صرف یہ کہ غلط بلکہ اس کا وقوع ناممکن ہے، اس حقیقت کو ذہن نشیں کرنے کہ لئے درج ذیل چند باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

۱۔۔ان بیانات کی حیثیت خانہ پری سے زیادہ کچھ بھی نہیں، اگر امریکا واقعی اپنے اس موقف میں سنجیدہ تھا تو جس وقت اخوان کے کارکنوں پر تشدد ہو رہا تھا یا ان کے امیدواروں کو الیکشن لڑنے سے روکا جارہا تھا اس وقت اس کی خاموشی چہ معنی دارد؟!

۲۔۔خود امریکہ کے اندر کسی موضوع پر مخالفت یا موافقت کا مظاہرہ عوام، میڈیا یا شخصیات کی طرف سے ہوتا ہے اس کا وہائٹ ہاؤس کی سیاست پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا ورنہ امریکا کی تاریخ میں بہت کم واقعات ایسے ہونگے جن میں اس کو اتنی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا جتنا کہ عراق پر حملہ کے سلسلہ میں مخالفت کا سامنا ہوا لیکن نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ عراق پر حملہ ہوا اور جو کچھ پیش آیا وہ آپ کے سامنے ہے۔

۳۔۔جس وقت امریکا نے "مشرق وسطی میں اصلاح" کی تجویز رکھی تھی اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مشرق وسطی میں اپنے ایجنٹ زیادہ سے زیادہ پیدا کئے جائیں، مصر کے موجودہ انتخابات میں اس کو نئے ایجنٹ ملنے کی امید تھی لیکن اخوان کی کامیابی نے نہ صرف اس کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا بلکہ مصر میں ان کے اغراض ومقاصد کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے اس لئے وہ اخوان کی اس کامیابی کو آسانی سے ہضم نہیں کر پائیگا۔

۴۔۔مسئلہ صرف پارلیامنٹ کا نہیں ہے، بلکہ اخوانیوں کا عروج، ایک تہذیب اور فکر کا عروج اور دوسرے کا زوال ہے، اور امریکا اس کو کبھی برداشت نہیں کریگا کہ اس کی پالیسی کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب اور اسلامی پالیسی کو فروغ حاصل ہو، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ عالم اسلام کی حکومتیں مغربی خیمہ سے زیادہ قریب ہیں اس لئے اس سے کسی قسم کے تعاون کی امید رکھنا بیکار ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اخوانیوں کی یہ کامیابی تاریخی بھی ہے لیکن اس سے زیادہ یہ گھڑی آزمائشی، نازک اور فیصلہ کن بھی ہے۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبۂ ممالک مشرقیہ کا ۲۳واں مذاکرۂ علمی، مدرسہ دینیہ غازیپور میں

دوسری قسط

رپورٹ از: ..... مولانا ڈاکٹر صدرالحسن ندوی مدنی

"اور اب موجودہ عہد میں کم از کم ہندوستان میں اردو کے ارتقاء کا انحصار بڑی حد تک ان ہی جیسے علماء دین پر منحصر ہو کر رہ گیا ہے، اصلاً اب ان ہی کی کوششوں اور ان کے علمی وتعلیمی اداروں کے دائرہ ہی میں یہ کام انجام پارہا ہے، اور ان کی کوششوں کے دائرہ کے باہر تو صورت حال نازک سے نازک تر ہوتی جارہی ہے، بلکہ کہنے والے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مدارس اگر نہ ہوں اور علماء کا سایہ اردو کو حاصل نہ ہو تو اردو کا بقاکم از کم ہندوستان میں قائم نہیں رہ سکے گا۔ اور یہ مختلف زبانوں سے مختلف خوبیاں اپنانے والی زبان اور نوع بنوع خوبیوں کا حامل اسلوب بیان جو اردو کی شکل میں اس برصغیر کو مسرور ومحظوظ کرتا رہا ہے، اس سے ہمارا ملک محروم ہو جائے گا۔"

خطبۂ صدارت کے بعد مولانا ضیاء الدین اصلاحی ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، آپ نے فرمایا کہ بدقسمتی سے اردو شعر وادب پر کچھ ایسے لوگوں کے اثرات غالب رہے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کرنا ایک قسم کی "بے ادبی" ہے۔ آپ نے اردو زبان و ادب کے میدان میں علماء کرام کی کاوشوں کو سراہا، اور شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمد حسین آزاد، علامہ شبلی نعمانی اور خواجہ الطاف حسین حالی کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ "گل رعنا" کے مقدمہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اردو ادب کی قیادت ہمیشہ علماء کے ہاتھ میں رہی ہے"۔ اسی طرح اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت میں مدارس دینیہ کی گراں قدر خدمات کو کوئی انصاف پسند مؤرخ ومحقق کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

مولانا عزیز الحسن صدیقی کے اظہار تشکر اور حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی کی دعا پر گیارہ بج کر چالیس منٹ پر یہ افتتاحی اجلاس اختتام پذیر ہوا، اور جمعہ کی وجہ سے ہر قسم کے پروگرام کو مغرب تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

مقالات کی پہلی نشست:

۲۲ر شوال مطابق ۲۵ر نومبر کو بعد نماز مغرب چھ بجے مقالات کی پہلی نشست کا آغاز ہوا، اور ساڑھے آٹھ بجے تک یہ نشست جاری رہی۔ اس کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے فرمائی، اور نظامت کے فرائض مولانا سید ضیاء الحسن نے انجام دیئے۔ اس نشست میں کل آٹھ مقالات پڑھے گئے، تفصیل اس طرح ہے:

(۱) مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی: مولانا عبدالماجد دریابادی اور صحافت (۲) ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی: شاعر نغز گو علامہ سید سلیمان ندوی (۳) ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی: اردو زبان وادب کے ارتقاء میں علامہ شبلی کا حصہ (۴) ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی: اردو زبان وادب کے ارتقاء میں مولانا امین احسن اصلاحی کی خدمات (۵) ڈاکٹر سمیع اختر ندوی: علامہ سید قطب کی خدمات عربی زبان وادب کے ارتقاء میں (۶) جناب آفاق فاخری: مولانا کرامت علی جونپوری کی خدمات اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت میں (۷) ڈاکٹر تابش مہدی: اردو زبان وادب کے ارتقاء میں خواجہ حسن نظامی کا حصہ اور (۸) مولانا ارشد سراج الدین مکی: خواجہ الطاف حسین حالی اردو کے اولین سیرت نگار۔

نشست کے اختتام پر صدر اجلاس مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اردو ادب ہو یا فارسی و عربی ادب، ہر زمانہ میں علماء ہی اصلاً ادب کے علمبردار رہے ہیں، اور ادب کے قافلہ کو آگے بڑھانے اور اس کو بامقصد بنانے میں علماء نے ہر دور میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے، اس لئے علماء کو ادب کے دائرہ سے نکالنا بڑی ناانصافی کی بات ہے، بلکہ بڑا ظلم ہے۔ آپ نے شیخ سعدی، عبدالرحمٰن جامی، مصطفیٰ صادق رافعی، حسن البنا اور سید قطب شہید کا بطور خاص تذکرہ فرمایا اور علماء کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا۔

مقالات کی دوسری نشست:

۲۳ر شوال مطابق ۲۶ر نومبر کو صبح دس بجے مقالات کی دوسری نشست کا آغاز ہوا، اس نشست کی صدارت مولانا عزیز الحسن صدیقی نے کی، اور نظامت کے فرائض مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی نے انجام دیئے۔ اس نشست میں بھی کل آٹھ مقالات پیش کئے گئے جو اس طرح ہیں:

(۱) مولانا محمد صادق ندوی: مولانا عبدالماجد دریابادی کتاب اردو کا ایک درخشاں باب (۲)

پروفیسر عبد الباری: مولانا ابراہیم آروی، راہ عمل کا ایک شیدائی محدث و مترجم (۳) مولانا ڈاکٹر عبد الرشید ندوی مدنی: خطبات میں مولانا آزاد کا دعوتی رنگ (۴) ڈاکٹر اقبال حسین ندوی: مولانا عبد السلام ندوی کا تنقیدی شعور (۵) مولانا شمس الدین ندوی: شعر و شاعری اور ادبی تنقید کے ارتقاء میں مولانا حالی کا حصہ (۶) مولانا اقبال احمد ندوی عاز یپوری: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی علمی و ادبی خدمات، اردو زبان و ادب کے حوالہ سے (۷) ڈاکٹر شکیل احمد: اردو کی ترقی و تحفظ میں مدارس کا حصہ (۸) ڈاکٹر محمد عارف جنید ندوی: والیان ریاست بھوپال و علماء کرام کی علمی و ادبی خدمات کا سرسری مطالعہ۔ صدر جلسہ مولانا عزیز الحسن صدیقی کے صدارتی کلمات پر یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔

مقالات کی تیسری نشست:

تیسری نشست کے معاً بعد دوسری نشست منعقد ہوئی، صدارت پروفیسر عبد الباری نے اور نظامت ڈاکٹر محمد عارف جنید ندوی نے کی، اس نشست میں کل پانچ مقالے پڑھے گئے:

(۱) جناب حسین امین صاحب: اردو کے ارتقاء میں مولانا عبد الماجد دریابادی کی صحافتی خدمات (۲) مولانا عمید الزماں کیرانوی: مولانا قاری محمد طیب کی علمی خدمات (۳) مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی: مولانا حکیم سید فخر الدین حیاتی کی مسدس اور مثنویاں (۴) ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن: مولانا مناظر احسن گیلانی کی النبی الخاتم سیرت اور بکش نثر نگاری کا اعلیٰ نمونہ (۵) ڈاکٹر اطہر حبیب ریحان خاں ندوی: مولانا سید سلیمان ندوی کی ادبی خدمات۔ صدر جلسہ کے صدارتی کلمات پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے بھی سیمینار کے لئے مقالے لکھے تھے، لیکن قلت وقت کی بنا پر پیش نہیں کئے جا سکے، پروگرام میں انہیں شامل کر لیا گیا۔

اس سیمینار میں موضوع سے متعلق مختلف عنوانات کے تحت کل اکیس مقالے پیش کئے گئے۔ مقالات اپنی اہمیت و افادیت کے لحاظ سے حاصل مطالعہ تھے، ہر مقالہ نگار نے اپنے موضوع کے انتخاب میں اپنی ژرف نگاہی اور معارف نوازی اور علم گستری کا حق ادا کیا، تمام مقالات گوش دل سے سنے گئے، اور رابطہ کے قافلہ کو آگے بڑھانے میں کلیدی اہمیت کے حامل تھے۔

۲۵ر اور ۲۶ر نومبر کی درمیانی شب میں ایک نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد بھی عمل میں آیا، جس کی صدارت کہنہ مشق شاعر جناب تابش مہدی کے حصہ میں آئی، اس پُر کیف مشاعرہ میں مقامی و بیرونی شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

اس سیمینار میں اعظم گڑھ، مئو، غازیپور، علی گڑھ، کلکتہ، دہلی، اورنگ آباد، بھوپال، لکھنؤ، رائے بریلی، پٹنہ، حیدر آباد اور دیگر مقامات سے تشریف لانے والے مندوبین نے مختلف علاقوں کی نمائندگی کی۔ رابطہ ادب اسلامی کا یہ سیمینار اس کے دوسرے سیمیناروں کی طرح مندوبین کی تعداد، مقالات کے تنوع، مختلف الجہات موضوعات پر مقالات کی خواندگی اور اصحاب علم و تحقیق کے ورود مسعود سے بہت کامیاب رہا۔ آغاز سے اختتام تک تمام پروگرام بحسن و خوبی انجام پائے۔ لذت کام و دہن اور آمد و رفت کے حسن انتظام اور لب ساحل گنگا کی فرودگاہ اس پر مستزاد۔ ان سب نے سفر کی کلفتوں اور پروانوں کی یورش کے درمیان ایسا خط فاصل قائم کیا کہ غربت کدہ میں بھی دولت کدہ کا لطف و قرار آیا۔

مدرسہ دینیہ غازیپور کے مہتمم مولانا عزیز الحسن صدیقی کے عزم جواں نے رابطہ کے اس اجلاس کو ایسا پُر لطف بنایا، اور ان کے معاونین نے دیدہ و دل اس طرح فرش راہ کئے کہ یہ اجلاس ایک تاریخی اجلاس بن گیا۔ خدا کرے کہ رابطہ کی یہ شمع فروزاں پورے آب و تاب کے ساتھ تا ابد باقی رہے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

کیا آپ کو واقعی اپنے بچوں سے سچی محبت ہے؟

اگر واقعی محبت ہے تو انہیں جہنم کی طرف جانے سے روکئے، اس وقت ہر صاحب ایمان کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ آخرت پر ہر طرف سے یلغار ہے۔ ایک ہی سوال ہے، ایمان کیسے بچایا جائے؟ اس زہر کے تریاق کے لئے اب سے ساٹھ سال پہلے حکیم شرافت حسین صاحب رحیم آبادی نے ملک کے نامور علماء کی سرپرستی میں معصوم بچوں کے لئے ایک کامیاب نصاب تعلیم تیار کیا تھا جس میں بچوں کی زبان اور نفسیات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ مدارس کے علاوہ انگلش میڈیم اسکولوں نے اپنے دینیات کے کورس میں ان کتابوں کو شامل کیا ہے۔ مکمل اٹھارہ کتابوں کے سٹ کی رعایتی قیمت صرف -/1151 روپے ڈاک خرچ مزید -/35 روپے تاجروں کے لئے خصوصی رعایت (بعد کمیشن) ایک ہزار روپے کی نقد خریداری پر چالیس فیصد۔ پیشگی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ

Maktaba Deen wa Danish

کے نام روانہ کیجئے

Ph:0522.2740256 Mob:9415005204

مکتبہ دین و دانش مکارم نگر۔ لکھنؤ۔20

سخن دلنواز

کامیابی کی شاہ کلید

علم و عمل کی جامعیت

دار العلوم کے مختلف انجمنوں سے حضرت ناظم ندوۃ العلماء و مہتمم دار العلوم کے خطابات

ترتیب و پیشکش ..... محمد جاوید اختر ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء میں قدیم و جدید طلبہ کے داخلے اور تعلیمی سلسلہ کے شروع ہو جانے کے بعد طلبہ کی انجمنوں نے بھی جہاں سال بھر ہفتہ واری، ماہواری اور مختلف انعامی مقابلوں کے جلسے منعقد ہوتے ہیں، اور اسی اسٹیج سے طلبائے دار العلوم کے اندر غیر درسیات کے مطالعہ کا ذوق اور تحریر و تقریر کی مشق کا حوصلہ پروان چڑھتا ہے۔ اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ سال نو کی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا ہے۔

چنانچہ ۱۴ر ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ کو "انجمن الاصلاح رواق سلیمانی" کا افتتاحی جلسہ کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی کے عالیشان زیریں ہال میں منعقد کیا گیا، جلسہ کی صدارت ناظم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے کی اور مہتمم دار العلوم جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی بحیثیت مہمان خصوصی تشریف فرما تھے، تلاوت قرآن مجید و ترانۂ ندوہ کے بعد ناظم الاصلاح برادرم مصباح الدین نے افتتاحی مقالہ پڑھا، اس کے بعد جلسہ کے مہمان خصوصی جناب مہتمم صاحب نے فرمایا کہ:

علم کے اندر رسوخ پیدا کرنا اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے۔ علم کے پھیلانے کی کوششیں ہو رہی ہیں مسلمان قوم غفلت میں ہے، مگر دوسرے مذاہب کے لوگ اس طرف خاص توجہ دے رہے ہیں، علمی مراکز قائم کر کے اپنی قوم کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ علم کے میدان میں آگے بڑھنا ترقی کی علامت ہے۔ اس لئے کہ علم کا جو مرتبہ ہے وہ کسی چیز کا نہیں ہے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ طالب علم کیلئے فرشتے پَر بچھاتے ہیں۔ اس لئے علم کے اندر رسوخ پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ صرف سند حاصل کرنا کافی نہیں ہے آپ کا مطالعہ ہر فن پر ہو، تاریخ کا تو موں کے عروج و زوال کا آپ کو پورا علم ہو، اور آپ ایک نقطۂ نظر اور وزن رکھتے ہوں، آپ کی ایک رائے ہو، یہ چیزیں "الاصلاح" کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہیں کہ اسی اسٹیج سے آپ کے اندر مطالعہ کی وسعت پیدا ہوگی کہ کون سی چیز ہمارے لئے مفید ہے اور کون سی چیز مضر ہے، اس کے بعد طلبہ کو بلندیٔ فکر کے حصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ: بلند نظریہ کے ساتھ ہر چیز کے حصول کی کوشش کیجئے، اور آپ کے اندر فکر کی گہرائی بھی ہو، تاریخ گواہ ہے کہ جس نے بھی قیادت کا فریضہ انجام دیا ان کے فکر کے اندر بہت گہرائی و گیرائی تھی۔ مہتمم صاحب کے حوصلہ افزا کلمات کے بعد صدر جلسہ حضرت ناظم صاحب نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

زیادہ سننا مفید نہیں ہوتا، عمل کیلئے تھوڑی بات کافی ہوتی ہے، اگر عمل کی نیت نہ ہو اور مقررین بہت ہوں تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، حدیث کے لفظ "احسان" کی خصوصیت علم ہی ہے، انسان اخلاص و علم کے بعد ہی قیادت و رہنمائی کے لائق ہو سکتا ہے۔

انسان کو دین کی ضرورت کے مطابق علم حاصل کرنا چاہئے، ضرورت دو ہیں ایک یہ کہ دنیا کامیابی سے گذرے، دوسرے علم کا مقصد یہ ہے کہ آخرت میں کامیابی و راحت نصیب ہو۔ اگر آدمی خود پر انحصار کرے تو تھوڑا علم کافی ہے، اگر دوسروں کے کام آنا ہے تو زیادہ علم حاصل کرنا ہوگا، جس سے دوسروں کی رہبری ہو، ان کے مسائل و مشکلات کا حل ڈھونڈا جائے، اگر غفلت ہو، دل سے علم حاصل نہ کیا جائے تو کوئی اس کی طرف دھیان بھی نہیں دے گا، ہاں علم زیادہ ہو اور وہ ممتاز ہو تو لوگ ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان کو سروں پر بٹھاتے ہیں، ان سے مسائل حل کراتے ہیں اور وہ کئی نسلوں کیلئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جاتا ہے، ہمارے بڑوں میں جن لوگوں نے اپنے مقصد کو سمجھا، تو اس کو حاصل بھی کیا اور اس کے مطابق دوسروں کو فائدہ بھی پہونچایا۔ اصل یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ ذرائع والے علم مشاہدات و تجربات سے حاصل ہوتے ہیں اور اس سے زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ اور وہ اس لئے کہ ہم خدا کے احکام پر عمل کریں، نہ کہ تفریح طبع کیلئے، دینی مدارس کا مقصد بس یہی ہے کہ مقصد کے تحت زندگی گذارنا آجائے۔

غیر درسی کتابوں کے مطالعہ سے ثقافت و وسعت پیدا ہوگی، دنیا کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور فارغ ہونے کے بعد عملی دنیا میں حالات کا مقابلہ کر سکیں گے۔ مدرسہ کا خاص کام یہ ہے کہ وہ تھوڑا علم دیتا ہے اور اس کو عملی بناتا ہے۔ اور مشق و تدریب سے مہارت پیدا ہوتی ہے اس کیلئے بنیاد کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بنیادی چیزیں مدرسہ سے ہی حاصل ہوتی ہیں، نصاب کو بنیاد بنایا جاتا ہے، اب اس کو دیکھ کر علم حاصل کیا جائے، مدرسہ میں بنیاد بنائی جاتی ہے، اس کو رکھ کر آگے علم حاصل کیجئے اس سے زیادہ نہ مدرسہ کے پاس گنجائش ہے اور نہ ہی آپ کے پاس وقت ہے، اگر ایسا نہ ہوا تو علم حاصل نہ ہوگا، اور امتیاز حاصل نہیں ہو پائے گا۔ یہاں بنیاد بنایئے اور عملی مشق کیجئے۔ بنیاد آپ کی مضبوط ہوگی تو علم کو بڑھا سکتے ہیں، وقت کی قدر کیجئے۔ سیکڑوں لوگ ہیں جو مدرسہ میں سالوں رہتے ہیں حاصل کچھ نہیں ہوتا آپ بولنا سیکھیں گے اس وقت جب عملی مشق ہوگی، بولنے سے مراد یہ ہے کہ علمی مجلس میں بولنا، جاہلوں میں تو آپ بول لیں گے مگر علمی مجلس میں نہیں بول پائیں گے۔ اس کیلئے مطالعہ اور مشق کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا: دار العلوم کے انتظامات سے فائدہ اٹھایئے، "الاصلاح"، "التادی العربی" سے بولنے کی مشق اور علمی مسائل پر مشق و معلومات حاصل کیجئے جو بھی انتظامات ہیں انکا مقصد یہ ہے کہ آپ کو علم آئے اور عمل ہے، تاکہ یہاں سے جا کر آپ کو بھی فائدہ ہو اور

Ph: 2266786
Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad
ثناء جیولرس
SANA JEWELERS
۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ چوک لکھنؤ-۳
301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکیسٹ
کھوجاتی سرمہ۔ روغن بلسن۔ عطریات
النبیل یو اے ای۔ کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النبیل دوبئی
شہر لکھنؤ U.A.E. کے مختلف عطریات سے معطر
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی-این-ور مارو ڈ، امین آباد، لکھنؤ

Shop: 2256064 Res: 2264487
Mob: 9335911535
فیمس چکن آرٹ
محمد امین محمد علیم محمد عظیم
مینوفیکچرر، ہول سیلر و آڈر سپلائر
اسپشلسٹ لیڈیز سوٹ، ساریز و ڈریس میٹریل
جینٹس کرتا اینڈ کڈس ویر
اپوزٹ بساطی مسجد، چوک، لکھنؤ-۳
E-mail: azeem 200 in yanoo.co

Res: 2226177 Shop: 9415002532
Akbari Gate 2613736
2268845 3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala aminabad, lucknow-18

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا
قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی اور بہترین ورائٹی کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تقریبات اور تحفہ کے لئے تیار اور تقریبات کے مطابق ڈیزائن کے سلے ہوئے کپڑے
MENMARK ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
پروپرائٹر: ولی اللہ
WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamand Jewellery
ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali, Aminaba, Lucknow

دوسروں کو بھی، الاصلاح کا افتتاح ہے اور جو بھی مفید بات بتائی جائے وہ علم ہے، اس پر توجہ دینی چاہئے۔

اس سے ایک روز قبل ۱۳ ذیقعدہ کو "جمعیۃ الاصلاح" کلاں کا جلسہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء ہی کی صدارت میں ہوا، اور جناب مہتمم صاحب اس افتتاحی جلسہ میں بھی جلوہ افروز تھے، ناظم الاصلاح عبدالودود کے مقالہ کے بعد مہمان خصوصی جناب مہتمم صاحب نے فرمایا کہ: "طلبہ کو ایک داعی و مفکر کے طور پر دنیا کے سامنے آنا چاہئے، آپ زبان و قلم کے ذریعہ معاشرہ کی خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں، آج دنیا میں اسلام کی نمائندگی کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے آپ کی پہچان خیر امت کے طور پر ہونا چاہئے کیونکہ "الاصلاح" کا مقصد اپنی زندگی کو اسلامی زندگی کے طور پر پیش کرنا ہے۔

اس کے بعد صدر عالی قدر حضرت ناظم صاحب نے طلبہ کے عزم و حوصلے کو مہمیز دیتے ہوئے فرمایا کہ: "تاریخ میں جن لوگوں کے نام سنہرے حروف میں درج ہیں ان میں بیشتر نوجوان تھے، ان کے کارنامے معجزہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نوجوانوں نے ہمیشہ نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی طاقت و صلاحیت کو پہچانیں اور دعوت فکر کے محاذ پر اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں تا کہ تاریخ میں اس کا تذکرہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں ایسی صلاحیتیں رکھی ہیں جو ملت کی فکر کو بلند کر سکتی ہیں اور دنیا میں تبدیلی لا سکتی ہیں، اسلام میں اکثریت و اقلیت نہیں بلکہ عزائم کام کرتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں مسلم مفکرین اور داعیوں نے بہت نمایاں کام کیا اور انہیں کی محنت اور صادق عزائم پر آج ہندوستان میں اتنی بڑی تعداد میں مسلمان اپنی دینی شناخت کے ساتھ موجود ہیں۔

پھر ۱۹ ذیقعدہ کو "انجمن الاصلاح المعہد العالی" کا افتتاحی جلسہ مجلہ "البعث الاسلامی" کے چیف اڈیٹر ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا، ناظم الاصلاح محمد شکیل اختر کے مقالہ کے بعد صدر جلسہ نے طلبہ کو اسلامی معاشرہ کے دو اہم اور اساسی ستون کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ: عزیز طلبہ! انجمن الاصلاح سلیمانیہ اور جمعیۃ الاصلاح کا افتتاح ہو چکا ہے، ان دونوں جلسوں میں آپ ساری باتیں سن چکے ہیں، آج کے اس جلسہ میں صرف ایک بات کی طرف خصوصیت کیساتھ توجہ دلاؤں گا، وہ یہ کہ آج مسلم معاشرہ میں جن باتوں کی کمی ہے، ان میں دو باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، ایک عقیدہ کی پختگی دوسرے ایمان بالغیب، دونوں کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، عقیدہ کی پختگی کا کیا مطلب ہے، ایک پڑھا لکھا مسلمان بھی اس کا مطلب نہیں جانتا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ عقیدہ کے تعلق سے آپ نہایت متصلب اور سخت ہوں۔ وقتی مصلحت آپ کے اندر کوئی کمی یا زیادتی نہ کر سکے۔ خواہ حالات کیسے بھی ہوں۔ ہماری زندگی کی سرگرمیوں میں سر مو انحراف نہ ہو۔ دوسری بات ایمان بالغیب ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد کن چیزوں سے واسطہ ہوگا، ہماری زندگی کے بارے میں سوال و جواب ہوگا، اس لئے آخرت پر، حشر و نشر پر اور جنت و جہنم کی کیفیات پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔

اسلامی معاشرہ میں آج دونوں باتوں کی کمی ہے، آپ ان دونوں باتوں کے داعی ہیں، اگر ان کے اندر کمی ہے تو سمجھئے کہ ہماری اسلامی زندگی پوری طرح ناقص ہے۔ "الاصلاح" کا اسٹیج آپ کو دعوت دیتا ہے کہ جہاں کہیں ان چیزوں کی کمی ہو وہاں آپ دعوت کا کام کریں۔ علم دین کو نہایت دلسوزی، پختگی، رسوخ، یکسوئی اور تمام تر توانائیوں کو صرف کر کے حاصل کیجئے، خدا نے آپ کو وقت بہت محدود دیا ہے۔ اس کو پورے طور پر کام میں لگائیے۔

پھر مولانا نے فرمایا: کہ قل یا یھا الکافرون۔ یہ سورت مکی ہے۔ حضور ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں گذارے اور کن کن مصائب سے گذرے، اگر حضور نبی رسل نہ ہوتے، خدا کا فضل نہ ہوتا تو اس معاشرہ میں تیرہ سال گذارنا بہت مشکل ہوتا۔ لیکن ایسے حالات میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا۔ قل یا یھا الکافرون...

اس زمانہ میں جب کہ دعوت کی مصلحت کا تقاضا تھا کہ اس قدر صراحت کیساتھ اعلان نہ کیا جائے مگر عقیدہ کی پختگی کا مسئلہ تھا اسلئے فرمایا: کہ بس خدا کی عبادت کرتا ہوں اور اس کو کبھی نہیں چھوڑیں گے لا أعبدما تعبدون۔ خدا نے آپ کو امت دعوت بنایا ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ دنیا کی قیادت و ہدایت کے لئے تیار ہوں، اور یہ اس وقت ہوگا جب آپ خود اس پر عمل کریں گے۔ اگر قول و عمل میں تضاد ہوگا تو آپ کی بات بے اثر ہوگی، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں مگر فائدہ کچھ نہیں ہوتا، خدا نے فرمایا: لم تقو لون مالا تفعلون۔

اخیر میں صدر جلسہ نے اس بات پر زور دے کر فرمایا: کہ خدا نے آپ کو خیر امت بنایا ہے، آپ کا کام لوگوں کو دعوت دینا ہے، آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، اس لئے اسکو زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد بنائیے، آج دنیا اس عظیم شخصیت کی منتظر ہے، جو آئے اور اس کی قیادت کرے۔ اور اگر آپ یہ کام کریں گے تو آپ کا کھانا پینا، سونا جاگنا سب عبادت بن جائے گا۔ آپ کے اندر صلاحیت ہے کہ آپ وہ شخصیت بن سکتے ہیں، آپ کو ایک ممتاز شخصیت کی طرح زندگی گذارنا ہے، دنیا میں کتنے لوگ ہیں ان کو کوئی نہیں پوچھتا، آپ کو لوگوں کی ہدایت و قیادت کرنی ہے، دنیا آپ کے پیچھے چلنے میں فخر کرے گی، ہاں یہ اس وقت ہوگا جب آپ اپنے اندر وہ جوہر پیدا کریں گے، اور ویسی شخصیت بن کر دکھائیں گے۔

صدر جلسہ کے فکر انگیز خطاب کے بعد دارالعلوم کے استاذ تفسیر و مربی الاصلاح جناب مولانا شمس الحق ندوی نے طلبہ کو الاصلاح کی افادیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ: طلباء عزیز کی سب سے بڑی دولت وقت ہے، اس کا صحیح استعمال کیجئے، اور دارالعلوم نے جو وسائل و ذرائع مہیا کئے ہیں، ان سے خوب خوب فائدہ اٹھائیے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا امتیاز درسیات کے علاوہ غیر درسیات میں بھی رہا ہے، آپ کا مطالعہ وسیع و کامل ہو، دنیا کے مذاہب، لغات، جغرافیے اور نت نئے حالات سے آپ کو پوری واقفیت ہو، اپنے ادارہ کے بانیوں اور مایہ ناز سپوتوں کی سیرت پڑھئے، اور آپ بھی ان کی طرح بننے کی کوشش کیجئے الاصلاح سے خوب عملی مشق لیجئے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے علامہ رشید رضا مصری اور دیگر سربرآوردہ افراد کے سامنے ایسی برجستہ تقریر کی تھی کہ ان کے استاذ علامہ شبلی نعمانی نے اپنا عمامہ اتار کر کے اپنے ہونہار شاگرد کے سر پر رکھ دیا تھا، اور لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔

اخیر میں ۲۱ ذیقعدہ کو جناب مہتمم دارالعلوم ہی کی صدارت میں "انجمن الاصلاح معہد القرآن الکریم" کے افتتاحی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، صدر جلسہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: طالب علم کو علم و عمل کا جامع ہونا چاہئے کیونکہ علم کے بغیر معرفت الٰہی کا حصول ناممکن ہے۔